مجلہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائد اعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور

قیمت فی پرچہ 15/- روپے	ٹیلیفون 5714546/6541521 idara@toluislam.com خط و کتابت ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) ۲۵ بی گلبرگ ۲ لاہور	بدل الاشتراک سالانہ پاکستان۔ 170 روپے غیر ممالک 800. روپے
جلد 52	اگست 1999ء	شمارہ نمبر 08

Bank Account No. 3062-7, National Bank of Pakistan, Main Market Gulberg Branch, Lahore

ادارت

مدیر:

محمد سلیم اختر

مجلس مشاورت

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر (اردو سیکشن)
محترمہ عظیم انور (انگلش سیکشن)

سرکولیشن مینجر : مرزا محمد زمرد بیگ
کمپوزر : شعیب حسین

انتظامیہ

چیئرمین :- ایاز حسین انصاری
ناظم :- محمد لطیف چوہدری
ناشر :- عطا الرحمان ارائیں

قانونی مشیران

جناب عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ
جناب ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ
جناب محمد اقبال چوہدری ایڈووکیٹ

فہرست

لمعات	ادارہ	3
جہاد	علامہ غلام احمد پرویز	9
دفاع وطن کے تقاضے	بشیر احمد عابد	17
شراب کہن	علامہ غلام احمد پرویز	25
علاج بالقرآن	علی محمد چدھڑ	29
علامہ غلام احمد پرویز پر مولانا قاضی عبداللطیف کی بہتان طرازی	حیدر علی	32
جواں فکر	رخسانہ منظور	35
حقائق و عبر	ادارہ	37
نقد و نظر	ادارہ	39
Why I am not a Christian!	Dr. Shabbir Ahmad	49
Aazadi	Ms. Shamim Anwar	64

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

یوم آزادی

آزادی

اس آسمان کے نیچے' انسان کے لئے اس لفظ (آزادی) سے زیادہ قیمتی لفظ اور کوئی نہیں اس لئے کہ سطح ارض پر صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے جو اپنا سر اونچا کر کے چلتی ہے۔ لہٰذا سرفرازی اور انسانیت لازم و ملزوم ہیں۔ اسی کا نام آزادی ہے۔ ہزار خوش بختیاں اور سعادت مندیاں ہیں اس قوم کے حصہ میں جسے دنیا میں آزادی نصیب ہو۔

لیکن بازارِ بیع و شریٰ میں' فطرت بڑی سخت گیر اور خشک چشم سوداگر واقع ہوئی ہے۔ وہ اپنی کسی جنس کو دوسرے کے ہاتھوں فروخت نہیں کرتی جب تک اس کی قیمت وصول نہیں کرلیتی۔ اور جو خریدار قیمت کی ادائی میں پس و پیش کرتا ہے وہ اس کے ہاتھوں میں دی ہوئی متاع کو واپس لے لیتی ہے۔ وہ جذبات سے متاثر نہیں ہوتی۔ اس کی نگاہ ہمیشہ ترازو کے پلڑوں پر رہتی ہے۔ جب عام چیزوں کے داد و ستد میں فطرت کا انداز یہ ہے تو ظاہر ہے کہ آزادی جیسی متاعِ گراں بہا (بلکہ بے بہا) کے لئے وہ کسی سے کب رعایت برتنے لگی؟ وہ بالکل رعایت نہیں برتتی۔ اس کے دام کڑے اور سودا نقد ہے۔ اس کے دروازے سے باہر جلی حروف میں لکھ رکھا ہے (Terms Cash)- آزادی ملتی اسے ہے جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے (اور باقی بھی اسی کی رہتی ہے)۔ جو قیمت کی ادائیگی میں تساہل برتتا ہے' اس سے آزادی چھن جاتی ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کائنات کسی طرح یونہی وجود میں آگئی اور اس کا کاروبار بھی یونہی ہنگامی طور پر چل رہا ہے' یونہی اتفاق سے کسی قوم کو آزادی مل جاتی ہے اور اتفاقی حوادث سے وہ چھن جاتی ہے۔ ان سے تو کچھ کلام نہیں۔ لیکن جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ اس کائنات میں ہر فیصلہ ایک قاعدے اور قانون کے مطابق ہوتا ہے اور جو کچھ واقعہ ہوتا ہے وہ کسی خاص عمل کا نتیجہ ہوتا ہے' ان کے لئے اس حقیقت کا بیان نہ کسی تعجب کا باعث ہو گا نہ حیرت کا موجب کہ قوموں کی آزادی اور غلامی کے لئے بھی ایک اٹل قانون مقرر ہے جس میں کسی کے لئے کوئی تغیر و تبدل اور رد رعایت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہاں نہ کوئی قوم خدا کی چہیتی اولاد ہے' نہ سوتیلی۔ یہاں ہر قوم کا معاملہ ایک ہی قانون کے مطابق فیصل ہوتا ہے اور ہر فرد اور ہر قوم اس قانون سے یکساں فاصلے پر (Equidistant) ہوتی ہے۔ جس قانون کے مطابق قوموں کو آزادی ملتی

اس کی تشریح و تبئین بھی اس انداز سے کر دی ہے کہ کسی کو اس کے سمجھنے میں کسی قسم کا الجھاؤ یا ابہام نہ ہو۔ کہیں کائناتی دلائل سے اور کہیں تاریخی شواہد سے۔ اس قانون کی تفصیل و تفسیر تو طویل ہے لیکن قرآن نے اسے ایک مقام پر چند الفاظ میں اس طرح سمٹا کر رکھ دیا ہے کہ نگہِ بصیرت سے دیکھا جائے تو اس کے ارتکاز میں قوموں کی زندگی اور موت کے تمام اصول "ایٹم" بن کر دکھائی دینے لگ جاتے ہیں۔ وہ اصول یہ ہے کہ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (13:17)- یعنی زندگی اور بقا اس کے لئے ہے جو نوعِ انسانی کے لئے نفع رساں ہو۔ دنیا میں وہی نظام' وہی مملکت' وہی قوم زندہ رہ سکے گی اور آگے بڑھ سکے گی جو ایسے پروگرام پر عمل پیرا ہو گی جس میں نوعِ انسانی کے لئے بیش از بیش سامانِ بہبود و منفعت ہو گا۔ کائنات کی طبعی زندگی میں بقاء للا صلح (Survival of the Fittest) کا قانون جاری ہے' لیکن انسانوں کی تمدنی اور معاشرتی زندگی میں "اصلح" وہی ہے جو "انفع" ہے۔ یعنی جو' نوعِ انسانی کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش ہے۔ اس اصول کے دو حصے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس نظام کو نفع رساں ہونا چاہئے۔ جو نظام نقصان رساں ہے وہ کبھی باقی نہیں رہ سکتا اور جو نہ نقصان پہنچاتا ہے نہ فائدہ' بقا اس کے نصیب میں بھی نہیں۔ یعنی یہی نہیں کہ جو نظام' زندگی کی منفی اقدار (Negative Values) رکھتا ہے (اس کو نقصان رساں کہتے ہیں) وہ باقی نہیں رہتا' بلکہ جو جامد ہے' بقا اس کے حصے میں بھی نہیں۔ بقا اور استحکام صرف اس نظام کے لئے ہے جو زندگی کی مثبت اقدار (Positive Values) کا مظہر اور نفع رسانیوں کا حامل ہے۔ دوسرا گوشہ اس اصول کا یہ ہے کہ اس نظام کی نفع بخشیاں کسی خاص گروہ' خاص جماعت' یا خاص پارٹی یا خاص قوم تک محدود نہ ہوں بلکہ وہ تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر کھلی ہوں اس کی منفعت عالمگیر اور حدود فراموش ہو۔ اگر کسی نظام کی منفعت کوشیاں کسی خاص طبقہ یا پارٹی تک ہی محدود ہو کر رہ جائیں تو بھی اسے بقا اور استحکام نصیب نہیں ہو سکتا۔

ایک طرف تو یہ نظام ہے۔ دوسری طرف وہ نظام ہے جسے قرآن "بخل" کا نظام کہہ کر پکارتا ہے۔ بخل کے معنی ہیں سب کچھ اپنی ذات کے لئے سمیٹ کر رکھ لینا۔ اس نظام میں برسراقتدار گروہ رزق کے سرچشموں کو اپنی ذاتی ملکیت میں لے کر ان کے ماحصل کو سمیٹتا چلا جاتا ہے۔ اس نظام کو دورِ حاضرہ کی اصطلاح میں' نظام سرمایہ داری کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس نظام کے مظہر بڑے بڑے زمیندار اور جاگیردار' اور بڑے بڑے کارخانہ دار اور سوداگر ہیں۔ یہ طبقہ تعداد کے لحاظ سے ملک کی آبادی کا قلیل ترین حصہ ہے لیکن مملکت کی ساری دولت انہی کے قبضہ میں ہے باقی آبادی ان کے رحم و کرم پر جیتی ہے۔ انہی میں سے کچھ لوگ آگے بڑھ کر حکومت کی کرسیوں پر متمکن ہو جاتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ ایسے قوانین مرتب کرتے رہیں جن سے اس سرمایہ دار طبقہ کے مفاد محفوظ رہیں۔ یہ ہے وہ نظام جس کے متعلق قرآن کا فیصلہ ہے کہ انہیں کچھ وقت کے لئے پیش پا افتادہ مفاد تو حاصل ہو جاتے ہیں لیکن انہیں استحکام اور بقا کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ (47:38) جو مفاد پرست نظام یا گروہ سب کچھ سمیٹ کر اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے وہ اگرچہ بظاہر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے لئے سب کچھ حاصل کر لیا ہے۔ لیکن وہ درحقیقت اپنے آپ کو زندگی کی خوشگواریوں سے محروم کر رہا ہے۔ وہ انہیں جھنجوڑ کر کہتا ہے کہ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا اَمْثَالَكُمْ (47:38) اگر تم نے ہمارے اس قانون سے (کہ باقی وہی رہے گا جو نوعِ انسانی کے لئے زیادہ منفعت بخش ہو گا) روگردانی کی تو

سن رکھو کہ خدا کا قانونِ استخلاف و استبدال تمہاری جگہ ایک دوسری قوم لے آئے گا جو تمہارے جیسی نہیں ہو گی۔ انہی کے متعلق وہ (اس سورہ کے شروع میں) کہتا ہے کہ یہ لوگ انسانی سطح کی زندگی بسر نہیں کرتے۔ ان کی زندگی حیوانی سطح (Animal Level) پر ہوتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ (47:12) یہ لوگ جو (خدا کے اس اَبَدی قانون سے انکار کرتے ہیں) زندگی کا مقصد اتنا ہی جانتے ہیں کہ حیوانوں کی طرح کھایا' پیا' موج اڑائی' اور بس۔ آپ حیوانوں کی زندگی پر غور کیجئے' ان کے سامنے صرف اپنا اپنا مفاد ہوتا ہے۔ جو بیل خود چارہ کھا رہا ہو اسے اس سے قطعاً واسطہ نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ بندھا ہوا بیل کتنے دنوں سے بھوکا ہے۔ اس اندازِ زندگی کا نتیجہ؟ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (47:12) ان کی متاعِ حیات جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جاتی ہے۔ اس سے اگلی آیت میں اس کی تصریح کر دی کہ اس قسم کی قومیں تھیں اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (43:13) ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اور کوئی انہیں بچا نہ سکا۔ انہی کے متعلق سورہ انبیاء میں ہے وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○ (21:11) اور ہم نے کتنی ہی ایسی قوموں کو تباہ کر دیا جو حقوقِ انسانیت میں کمی کیا کرتی تھیں اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو لا کھڑا کیا۔ ان تباہ ہونے والی قوموں کی کیفیت یہ تھی کہ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ○ جب انہوں نے اس تباہی کو اپنے سامنے محسوس شکل میں دیکھا تو اس سے بھاگنے لگے لیکن ہمارے قانونِ مکافات نے انہیں للکار کر کہا کہ لَا تَرْكُضُوْا یہیں کھڑے رہو۔ اب تم بھاگ کر کہاں جا سکتے ہو۔ وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ تم نے دوسروں کی کمائی سے اپنے لئے جو سامانِ عیش فراہم کر رکھا تھا اور اتنے اتنے بڑے محلات تعمیر کر رکھے تھے ذرا ان کی طرف پلٹ کر چلو۔ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ (21:13) تاکہ تم سے یہ پوچھا جائے کہ یہ کچھ تم نے کہاں سے لیا تھا اور تمہیں کیسے حق پہنچتا تھا کہ تم دوسروں کی کمائی پر عیش اڑاؤ۔

قرآن میں اس قسم کی بے شمار آیات ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ وہ نظام جس میں دولت سمٹ کر چند افراد کے قبضہ میں آجاتی ہے اور باقی مخلوق ان کے رحم و کرم پر زندگی کے دن کاٹتی ہے' کس بری طرح تباہ و برباد ہوتا ہے۔ نہ پھر اس قوم کی مملکت باقی رہتی ہے نہ آزادی۔ اس قوم کی جگہ ایک دوسری قوم لے لیتی ہے۔ یہ فطرت کا اٹل قانون ہے' جو نہ آج تک کسی کی خاطر بدلا ہے نہ بدلے گا۔

اب اس قانون کی روشنی میں پاکستان کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ یہاں ما ینفع الناس کا نظام کارفرما نہیں بلکہ "مترفین" کا نظامِ بخل مسلط ہے۔ ملک میں معدودے چند لوگوں کا ایک گروہ ہے جو رزق کے تمام سرچشموں پر قابض ہے۔ کچھ لوگ ان میں سے زمینوں پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں۔ کچھ کارخانے سنبھالے ہوئے ہیں۔ کچھ تجارت کے نقاب میں کالی منڈیوں (Black Markets) کے اجارہ دار ہیں۔ کچھ جائیدادوں کے مالک ہیں۔ انہی میں سے کچھ آگے بڑھ کر اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں اور پھر وزارت کی کرسیاں سنبھال لیتے ہیں جسے ہم وزارتوں کے ٹوٹنے اور بننے' یا جدید انتخابات کے ذریعے' تبدیلی کہتے ہیں وہ دراصل اس گروہ کے بعض افراد کا دوسرے افراد سے بدلنا ہوتا ہے۔ یعنی اس تبدیلی سے ہوتا صرف اتنا ہے کہ اس گروہ کے کچھ افراد پیچھے چلے جاتے ہیں اور ان کی جگہ (اس گروہ میں سے) نئے افراد آگے آجاتے ہیں۔ اقتدار بدستور اس طبقہ کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ گذشتہ پچاس سال سے پاکستان میں یہی کچھ ہو رہا ہے اور قرآن کے اس ابدی اصول کے مطابق جس کا ذکر اوپر آچکا ہے' معاشرے میں زندگی اور توانائی کے آثار دن بدن کم ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور

قوم جہنم کی تباہیوں کی طرف کشاں کشاں بڑھے چلی جا رہی ہے۔ قوم خود بڑھے نہیں جا رہی بلکہ اسے ہنکا کر جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ قرآن کے الفاظ میں اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ (14:28) کیا تو نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی نعمت سے نوازا تھا۔ لیکن انہوں نے اس کی ناسپاس گزاری کی اور اپنے کاروانِ ملت کو اس منڈی میں جا اتارا جہاں اس جنسِ کاسد کا کوئی خریدار ہی نہیں۔ جَھَنَّمَ (14:29) یعنی وہ انہیں جہنم میں لے گئے۔ قوم کے سادہ لوح جمہور ہر نئی حکومت کی تشکیل اور ہر نئی اسمبلی کی ترتیب کے ساتھ اپنی نئی نئی امیدیں باندھتے اور اس طرح اپنے آپ کو فریب دیتے رہے لیکن ان کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی۔ مفاد پرست گروہ نے بھی انہیں اسی فریب میں مبتلا رکھا کہ نقص افراد کا ہے۔ افراد کے بدلنے سے حالات سدھر جائیں گے۔ اور اس طرح عوام کی توجہ کو اس طرف آنے ہی نہیں دیا کہ نقص افراد کا نہیں بلکہ اس نظام کا ہے جس کے نمائندے یہ افراد ہیں۔ لہٰذا جب تک یہ غلط (غیر قرآنی) نظام نہیں بدلتا' اصلاحِ حال کی کوئی صورت پیدا ہو نہیں سکتی۔ غلط نظام سے خوشگوار نتائج کی توقع رکھنا' فطرت کے خلاف جنگ ہے۔ جس میں آج تک نہ کسی قوم کو کامیابی ہو سکی ہے نہ ہو سکے گی۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ (10:53)۔

سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں اتنی واضح اور دولتمند طبقہ کی بدعنوانیاں اور چیرہ دستیاں اس قدر عیاں ہوتی ہیں کہ ان کے پیشِ نظر اس نظام کا ایک دن کے لئے ٹھہرنا بھی ناممکن نظر آتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے لئے ایک اور گروہ آگے بڑھتا ہے اور اس انسانیت کش نظام کے قیام کے لئے سہارے فراہم کرتا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جو اس نظام کی تائید میں مذہب کی سند پیش کرتا ہے' اور ایک تقدس آمیز دبدبہ سے ڈانٹ کر کہتا ہے کہ جس دولت اور املاک کو خدا اور اس کے رسول نے جائز قرار دیا ہو کس کی مجال ہے کہ انہیں ناجائز ٹھہرائے' حالانکہ جس مذہب کو وہ اس کی تائید میں پیش کرتا ہے وہ نہ خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے' نہ اس کے رسول کا دیا ہوا۔ وہ مفاد پرست گروہ کا خود ساختہ ہوتا ہے۔

طلوعِ اسلام کو نہ کسی سرمایہ دار کی دولت سے کچھ واسطہ ہے نہ ان اربابِ شریعت کے غلط مذہب سے کچھ سروکار۔ اس کے سامنے تو ایک ہی مقصد ہے کہ یہ خطۂ زمین جو ہمیں نصیب ہو گیا ہے کسی طرح باقی رہ جائے تاکہ اس میں کبھی قرآن کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق معاشرہ قائم ہو سکے۔ چونکہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (13:17) بقا اسی کے حصہ میں آئے گی جو نوعِ انسانی کے لئے منفعت بخش ہو گا' اس لئے وہ علیٰ وجہِ البصیرت دیکھتا ہے کہ جو عناصر یہاں نظامِ سرمایہ داری کے استحکام کی کوشش کر رہے ہیں' وہ پاکستان کے بہی خواہ نہیں ہیں' لہٰذا وہ ان کی مخالفت کرتا ہے ان میں زمیندار' جاگیردار' کارخانہ دار' تجار اور ان کے پشتیبان' غلط مذہب کے علمبردار' اور اربابِ اقتدار سب شامل ہیں۔

یہ ہے طلوعِ اسلام کے پیشِ نظر مقصد' اور یہ ہے اس کی مخالفت کی اصل وجہ' جس کے متعلق معترضین اور ان کے سطح بین مویدین نمعلوم کیا کچھ سمجھتے اور کہتے رہتے ہیں۔

حیف کہ من بخوں تپم وز تو سخن رود کہ تو
اشک بدیدہ بشمری نالہ بہ سینہ بنگری

جو کچھ ہم نے اوپر لکھا ہے' اسے مسلسل لکھتے چلے آرہے ہیں اور آج' جبکہ اہلِ پاکستان باونواں یوم آزادی منا رہے ہیں' اسے پھر دھراتے ہیں کہ :-

"آزادی' اس آسمان کے نیچے خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ لیکن یہ قائم اسی صورت میں رہ سکتی ہے کہ یہاں ایسا نظام رائج ہو جو یہاں کے تمام افراد کے لئے نفع رساں ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام قوتوں کو شکست دے کر جو سرمایہ داری کے انسانیت کش اور غیر قرآنی نظام کو محکم بنانے' اور اس طرح پاکستان کو کمزور سے کمزور تر کرنے میں مصروف ہیں' یہاں خدا کے متعین کردہ نظامِ ربوبیت کو نافذ کیا جائے اسی میں پاکستان کا تحفظ اور ہماری آزادی کی بقا کا راز ہے اور اسی سے ہماری دنیا اور آخرت سنورے گی۔"

●●●●●●●●●●●

یومِ آزادی 1999ء

اس سال ہمارے ساتھ منائیں

ادارہ طلوعِ اسلام نے 14 اگست 1999ء کے پر مسرت موقع پر مینار پاکستان کے سایہ تلے کتب و پمفلٹس کا سٹال لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس موقع پر علامہ پرویز کے خطابات ویڈیو پر دکھائے جاتے رہیں گے۔

کیا قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟ نوجوانوں کو وقفِ اضطراب کئے ہوئے اس سوال کے جواب پر مبنی لٹریچر بھی دستیاب ہو گا۔

شرکت کی دعوت عام ہے

اوقات پروگرام: صبح نو بجے سے رات نو بجے تک

ایاز حسین انصاری چیئرمین ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) لاہور

CONVENTION 99

IDARA TOLU-E-ISLAM

EMAIL idara @ toluislam.com

PROGRAMME

Oct 16, 99 Starting 3 PM Sharp at Base Camp Lahore.

Past, Present & Future of Tolu-e-Islam Movements	Orators— Members of Tolu-e-Islam Movement (Please register your name With Idara by Sep 30, 1999)

Oct 17, 99 Starting 9 AM Sharp at Labour Hall, Nisbat Road

Seminar—Fundamental Rights/ Obligations & Quran	Orators — Open to Public (Please register your name before Sep 30, 1999)

Oct 17, 99 Starting 3 PM Sharp from Base Camp Lahore

Site seeing and meeting People and distribution of Tolu-e-Islam Literature	Intending Delegates & Members of Lahore Bazm.

Oct 18, 99 Starting 10 AM Sharp at Base Camp Lahore

General Council Meeting	For Members only. Delegates may attend as observers.

FAREWELL BY CHAIRMAN

ALL THOSE INTERESTED ARE CORDIALLY INVITED– NO CARD NEEDED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ غلام احمد پرویز

جہاد

قرآنی مملکت کے قیام' استحکام اور بقاء کے لئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے اور اس جدوجہد میں ایک مقام ایسا بھی آجاتا ہے' جہاں جنگ بھی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اس مسلسل جدوجہد کے لئے (جہاد) کا لفظ استعمال ہوا ہے' اور جنگ کے لئے قتال کا۔ اس سے واضح ہے کہ اگرچہ قتال بھی جہاد کا ایک گوشہ ہے لیکن ہر جہاد (کوشش) قتال (جنگ) نہیں۔ اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے والے (دانستہ یا نادانستہ) جہاد کو قتال (جنگ) ہی کے معنوں میں لیتے ہیں اور چونکہ قرآنِ کریم میں جہاد کی بڑی تاکید آئی ہے--- بلکہ یوں کہئے کہ مومن کی ساری زندگی جہاد ہی سے عبارت ہے-- اس لئے وہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دیکھئے قرآن قدم قدم پر جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اب یہ دیکھئے کہ قرآن کریم میں سب سے پہلی مرتبہ قتال کی اجازت کہاں آئی ہے۔ نبی اکرمؐ نے اپنی دعوت کا آغاز مکہ میں کیا اور وہاں جماعت کی تشکیل کی ابتداء کی۔ اس میں قوت کے استعمال کا کوئی سوال نہیں تھا۔ دین کو دلائل و براہین کی رو سے پیش کیا جاتا تھا اور جو اسے قبول کرتا تھا' کامل غور و خوض کے بعد' دل کے پورے سکون اور دماغ کے پورے اطمینان کے ساتھ قبول کرتا تھا۔ قریش کی طرف سے اس دعوت کی مخالفت ہوئی اور سخت مخالفت۔ حتیٰ کہ جب اس مخالفت کی انتہا ہو گئی تو حضورؐ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آگئے' جہاں کی فضا دین کی اقامت کے لئے زیادہ سازگار تھی۔ لیکن قریش نے ان کا یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا اور ایک لشکرِ جرار لے کر مدینہ کی طرف چڑھ دوڑے۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ مجاہدین کی یہ جماعت یا ہمیشہ کے لئے ختم ہوجاتی' یا میدانِ جنگ میں نکل کر اپنی بقا کے لئے آخری کوشش کر دیکھتی۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دی کہ وہ میدانِ جنگ میں آکر مقابلہ کریں۔ یہ ہے پہلا موقعہ جہاں انہیں جنگ کی اجازت دی گئی۔ سورہ حج میں ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ○ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ (22:39-40)۔

جن (مومنوں) کے خلاف سرکش قوتیں جنگ کے لئے چڑھ آئی ہیں اب انہیں بھی (اس کے جواب میں) جنگ کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر سراسر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے ان کا جرم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔

اور اس کے بعد ہے۔

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ○ (22:41)۔

(یہ مظلوم مسلمان) وہ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں انہیں صاحبِ اقتدار کر دیا (یعنی ان کا حکم چلنے لگا) تو وہ صلوٰۃ کا نظام قائم کریں گے۔ نوعِ انسان کو سامانِ نشوونما بہم پہنچائیں گے۔ نیکیوں کا حکم دیں گے۔ برائیوں سے روکیں گے۔ ان

کے تمام امور کا فیصلہ قوانینِ خداوندی کے مطابق ہو گا۔
آپ نے غور فرمایا کہ جماعتِ مومنین کو میدانِ جنگ میں جانے کی سب سے پہلی اجازت کس وقت اور کن حالات میں دی گئی تھی؟ اس اصول کو ہمیشہ سامنے رکھئے کہ اسلام' دنیا میں مذہبی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ وہ دنیا کی ہر ملت کو مذہبی آزادی دیتا ہے اور ان کی اس آزادی کے تحفظ کو جماعتِ مومنین کا فریضہ سمجھتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب وہ ساری دنیا کی قوموں کی مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے تو وہ اپنی آزادی کو بھی برقرار رکھنا اپنا حق سمجھتا ہے۔
دیگر اہلِ مذاہب کے نزدیک مذہبی آزادی سے مقصود پوجا پاٹ اور مذہبی رسوم کی ادائیگی کی آزادی ہے اور بس۔ مسلمان یہ آزادی ہر ایک کو دیں گے۔ لیکن ان کے نزدیک "مذہبی آزادی" یہیں تک محدود نہیں۔ یہ تو ان کے "مذہب" کا ایک گوشہ ہے۔ ان کا دین انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ اس لئے ان کے ایمان کے مطابق "مذہبی آزادی" سے مفہوم ان کے نظامِ مملکت کی آزادی ہے۔ یہی ان کا دین ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس نظامِ مملکت کے قیام میں مانع آئیں گے یا اس کی تخریب کے ارادے کریں گے' مسلمان ان کی ان کوششوں کو روکے گا اور بروئے کار نہیں آنے دے گا۔ وہ انتہائی کوشش کرے گا کہ باہمی افہام و تفہیم اور صلح صفائی سے معاملہ صاف ہو جائے اور مستبد و سرکش قوتیں اپنی حیلہ کاریوں اور متمردانہ دراز دستیوں سے باز آجائیں لیکن اگر وہ اپنی قوت کے نشہ میں حدود فراموش اور قیود ناآشنا ہو جائیں اور انسانیت کا کوئی جذبہ ان میں باقی نہ رہے تو پھر مسلمان جاں بکف میدان میں آجائے گا اور یا اپنی دینی آزادی کو حاصل کرلے گا یا اپنے خون کا آخری قطرہ تک دے دے گا کہ اس کے نزدیک حق و صداقت کی مدافعت میں جان دے دینا غیر اللہ کے نظام میں زندگی بسر کرنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

ماسوی اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

مردِ مومن انسانی غلامی (طاغوتی نظام) کی نامساعد فضا میں سانس نہیں لے سکتا' خواہ اس میں دنیاوی معیار و میزان کی رو سے کتنا ہی امن کیوں نہ ہو۔ اس کے نزدیک امن اور فساد کی تعریف ہی اور ہے۔ اگر کوئی حکومت' اپنی قوت کے زور سے قزاقی' اور رہزنی' لوٹ اور غارت گری کو دبا دیتی ہے اور لوگ حفاظت سے اپنے اپنے گھروں میں رہ سکتے ہیں اور بے خوف و خطر ادھر ادھر سفر کر سکتے ہیں تو اسے پرامن حکومت کہا جائے گا جس کے عہد زریں میں کہیں فتنہ و فساد دکھائی نہیں دے گا۔ قرآن بیشک اس قسم کی بدامنی کا استیصال چاہتا ہے۔ لیکن اس کے نزدیک بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ اس سے آگے بھی جاتی ہے۔ اس کے نزدیک حقیقی امن و سلامتی یہ ہے کہ محکومیت صرف خدا کے لئے ہو جس میں انسانوں کو اس زندگی اور اس کے بعد کی زندگی دونوں میں فلاح و سعادت نصیب ہو۔ اس کے نزدیک یہی نظامِ مملکت حق ہے۔ اس کے سوا تمام نظامات باطل (طاغوتی) ہیں اور جب حق باطل کے تابع ہو جائے (یعنی نظامِ مملکت غیر اللہ کا ہو) تو اس کا نام فساد ہے۔ خواہ اس میں بظاہر کیسا ہی امن کیوں نہ ہو؟ اسی لئے وہ برملا کہتا ہے کہ
وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ۝ (23:71)-
اگر ایسا ہوتا کہ حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگ جاتا تو یقیناً آسمان و زمین اور مافیہا سب میں فساد برپا ہو جاتا۔ ہم جو ان سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ حق کو انسانوں کے خیالات کے تابع نہیں ہونا چاہئے تو اس میں خود ان کے شرف کا راز پوشیدہ ہے۔ لیکن ان کی غلط نگہی کا کیا علاج کہ یہ لوگ خود اپنے شرف و تکریم سے منہ موڑ رہے ہیں۔
اسی لئے اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ
اَلَّذِينَ اٰمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطٰنِ ۚ

...الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا ○ (4:76)-

...لوگ ایمان رکھتے ہیں تو ان کا لڑنا اللہ کے لئے ہوتا ہے
...وہ حکومتِ خداوندی کے قیام کی خاطر لڑتے ہیں)
...جن لوگوں نے انکار کی راہ اختیار کی وہ طاغوت کی راہ
...لڑتے ہیں (یعنی غیر خدائی نظام کے قیام کی خاطر) سو
...تم ایمان رکھتے ہو تو چاہئے کہ) شیطان کے حمائتیوں
سے لڑو (اور ان کی طاقت و کثرت کی پرواہ نہ کرو!) شیطانی
...دیکھنے میں کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو لیکن حق کے
...میں) کبھی جمنے والا نہیں۔

...مومن اور کافر کی تمیز غور طلب ہے۔ سبیل اللہ
...کی راہ) یعنی حکومت خداوندی کے قیام (دین) کی خاطر
...والے مومن۔۔۔ اور اس نظام کے علاوہ کوئی نظام ہو'
اسے قائم کرنے والے کافر۔ لہٰذا وہ لوگ جو دین کے قیام میں
...اور اس کی تخریب و استیصال کے ارادے کریں' اور
...کے ان ارادوں کی روک تھام کی کوئی اور صورت باقی نہ
رہے' تو اس مقام پر جماعت مومنین کو جنگ کی اجازت دی گئی
...وہ حالات تھے جن کے ماتحت مسلمانوں کو پہلے پہل
...قیام کرنے کی اجازت ملی تھی۔ ایک مرتبہ اس اذن
...کی آیت پر پھر غور کر لیجئے۔

...یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ
...الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ
...رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ
...لَّہُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ
...اللّٰہِ کَثِیۡرًا ؕ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ؕ اِنَّ
...عَزِیۡزٌ ○ (22:39-40)-

...کے خلاف ظالموں نے جنگ کر رکھی ہے' اب
...کے جواب میں) جنگ کی اجازت دی جاتی
...سراسر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد
...ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو ناحق اپنے
...گئے ہیں' ان کا کوئی جرم نہ تھا' اگر

تھا تو صرف یہ کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور دیکھو! اگر اللہ بعض جماعتوں کے ہاتھوں دوسری جماعتوں کی مدافعت نہ کراتا رہتا (اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ظلم و تشدد کرنے کے لئے بے روک چھوڑ دیتا) تو کسی قوم کی عبادت گاہیں زمین پر محفوظ نہ رہتیں۔ خانقاہیں' گرجے' عبادت گاہیں' مسجدیں' جن میں اس کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے سب کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔ (یاد رکھو!) جو کوئی اللہ کے قانون کی حمایت کرے گا' ضروری ہے کہ اللہ بھی اس کی مدد فرمائے۔ اس میں کچھ شائبہ نہیں کہ وہ یقیناً قوت رکھنے والا اور سب پر غالب ہے۔

اس کی تفصیل و وضاحت دیگر مقامات پر پھیلی ہوئی ہے۔

سورہ بقرہ میں ہے۔

وَ قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَ لَا تَعۡتَدُوۡا ؕ
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ○ (2:190)-

جو لوگ تم سے جنگ کر رہے ہیں چاہئے کہ اللہ کی راہ میں تم بھی ان سے لڑو! (پیٹھ نہ دکھلاؤ) البتہ کسی طرح کی زیادتی نہ کرنا چاہئے۔ اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو زیادتی کرنے والے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَ قٰتِلُوۡہُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ وَّ یَکُوۡنَ الدِّیۡنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ
انۡتَہَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ○ (2:193)-

اور دیکھو ان لوگوں سے جنگ جاری رکھو' یہاں تک کہ فتنہ (یعنی ظلم و فساد) باقی نہ رہے۔ اور دین صرف اللہ کے لئے ہو جائے۔ (انسانی ظلم و استبداد کی مداخلت اس میں باقی نہ رہے) پھر اگر ایسا ہو کہ یہ لوگ جنگ سے باز آجائیں تو (تمہیں بھی ہاتھ روک لینا چاہئے کیونکہ) جنگ کی اجازت تو صرف ان ہی لوگوں کے مقابلہ کے لئے دی گئی تھی جو ظلم و زیادتی کرتے تھے۔

اب آگے بڑھئے! جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ قرآن کریم

دنیا میں مذہبی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار اور ضامن ہے۔ مذہبی آزادی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہر مذہب اپنی اپنی تبلیغ و اشاعت کر سکے بشرطیکہ اس میں وہ دوسرے اہل مذاہب کے جذبات کا پورا پورا احترام کرے اور اس تبلیغ کو اپنی سیاسی اغراض کے حصول کے لئے سپر نہ بنائے۔ نہ ہی اس کے لئے کوئی فریب کارانہ ذرائع اختیار کرے۔ قرآن کریم اس قسم کی تبلیغ و اشاعت کی آزادی اپنے متبعین کے لئے بھی چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے، "مملکت اسلامیہ" دوسری اقوام کے ساتھ امن و سلامتی کے معاہدات کرے گی۔ اور پھر جو قوم ان معاہدات کو توڑے گی، ان سے بعض حالات میں جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔ معاہدات کا احترام قرآن کی اساسی تعلیم میں سے ہے۔ وہ اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو انسانیت کی بارگاہ کا سنگین مجرم قرار دیتا ہے۔ وہ یہود کے خلاف یہ الزام عائد کرتا ہے (اور تاریخ اس پر شاہد ہے) کہ وہ ہمیشہ عہد شکنی کرتے تھے۔

أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○ (2:100)۔

(اور یہ لوگ جو آج دعوت حق کی مخالفت کر رہے ہیں تو غور کرو! اس سے پہلے ان لوگوں کی روش کیسی رہ چکی ہے)۔ جب کبھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا تو کسی نہ کسی گروہ نے ضرور ہی اسے پس پشت ڈال دیا اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو خدا کی صداقتوں سے انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح وہ کفار کی عہد شکنی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ○ (9:10)۔

کیا ہی برا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں، کسی مومن کے لئے، نہ تو قرابت کا پاس کرتے ہیں، نہ عہد و اقرار کا۔ یہی لوگ ہیں کہ ظلم میں حد سے گزر گئے ہیں۔

ان کے برعکس وہ مومنین کی خصوصیت یہ بتاتا ہے کہ

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۚ (2:177)۔

جب وہ کسی سے عہد کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (5:1)۔

اپنے عہد و پیمان کی پابندی کرو۔

اس نظام کا گویا اساسی آئین ہے اور اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے کہ

أَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ○ (17:34)۔

عہد پورا کرو! اس لئے کہ یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہونے والا۔ اس کے متعلق تم اپنے خدا کے ہاں جواب دہ ہو گے۔ کیونکہ جب تم کسی سے معاہدہ کرتے ہو تو یوں سمجھو کہ اس میں اللہ کو ضامن قرار دیتے ہو۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ○ (16:91)۔

اور جب تم آپس میں معاہدہ کرو تو (سمجھ لو کہ یہ اللہ کے نزدیک عہد ہو گیا تو) چاہئے کہ اللہ کا عہد پورا کرو! اور ایسا نہ کرو کہ قسمیں پکی کر کے انہیں توڑ دو۔ حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر نگہبان ٹھہرا چکے ہو۔ یقین کرو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ اس کا علم ہر بات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس باب میں قرآن انسان کو ایسے بلند مقام پر لے جاتا ہے کہ جب نگہ بصیرت اس پر غور کرتی ہے تو محو حیرت رہ جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر کسی قوم سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور کسی معاملہ میں وہاں کے مسلمان تمہیں مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ تو تم اپنے معاہدہ کے خلاف ان مسلمانوں کی مدد بھی نہیں کر سکتے، کہ یہ بھی عہد شکنی میں داخل ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (8:72)-

اور جن لوگوں کا حال ایسا ہو کہ ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی' تو تمہارے لئے ان کی امداد و رفاقت میں سے کچھ نہیں' جب تک وہ اپنے وطن سے ہجرت نہ کریں۔ ہاں اگر دین کے بارے میں تم سے مدد چاہیں تو بلاشبہ تم پر ان کی مددگاری لازم ہے الا یہ کہ کسی ایسے گروہ کے مقابلہ میں مدد چاہیں جس سے تمہارا (صلح و امن کا) عہد و پیمان ہے (کہ اس صورت میں تم عہد و پیمان کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتے) اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔

جب تک فریق مخالف عہد نبھاتا جائے مسلمانوں کے لئے عہد و معاہدہ کی پابندی ضروری ہے۔

البتہ جب ان کی طرف سے نقض عہد کا اندیشہ ہو تو انہیں ان کا عہد واپس دیا جا سکتا ہے' دھوکے سے عہد شکنی پھر بھی نہیں کی جا سکتی۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ○ (8:58)-

اور کسی قوم سے تمہیں خیانت کا خدشہ ہو تو چاہئے کہ ان کا عہد ان پر لوٹا دو! (یعنی عہد فسخ کر دو!) اس طرح کہ دونوں جانب یکساں حالت میں ہو جائیں (یعنی ایسا نہ کیا جائے کہ اچانک شکست عہد کی انہیں خبر دی جائے بلکہ پہلے سے جتا دیا جائے' تاکہ دونوں فریقوں کو یکساں طور پر تیاری کی مہلت مل جائے) یاد رکھو! اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس تعلیم پر غور فرمایئے اور پھر اس کا مقابلہ کیجئے' سیاسی دنیا کے مسالک و مشارب سے' بین فرق آپ کے سامنے آجائیں گے۔ دنیائے قدیم کے مقنن (سولن) کے نزدیک "معاہدہ مکڑی کا جالا ہے جو اپنے سے کمزور کو پھانس لیتا ہے اور اپنے سے طاقتور سے فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔" دنیائے جدید کی سیاست کا مجدد میکاولی (Machiavelli) ہے۔ جس کا فلسفہ اقتدار کا عروۃ الوثقیٰ ہے۔ سنئے کہ اس باب میں وہ کیا لکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ۔

بادشاہ کے لئے صفت روباہی نہایت ضروری ہے تاکہ وہ دجل و فریب کے جال بچھا سکے۔ اس کے ساتھ خوئے شیری بھی تاکہ وہ بھیڑیوں کو خائف رکھ سکے۔ صرف شیر کی قوت کافی نہیں۔ اس لئے عقلمند بادشاہ وہ ہے کہ جب دیکھے کہ کوئی عہد یا معاہدہ اس کے مفاد کے خلاف جاتا ہے یا جن مصالح کے پیش نظر وہ معاہدہ کیا گیا تھا وہ باقی نہیں رہے تو اس معاہدہ کو بلا تامل توڑ ڈالے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اس قسم کی عہد شکنی کے لئے نہایت نگاہ فریب دلائل پہلے سے تلاش کر لے۔ (The Prince; Chap-18)

میکیاولی کا فلسفہ وہ بنیاد ہے جس پر مغرب کی تمام سیاست و تمدن کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ آپ میکیاولی کے محولہ بالا اقتباس کو سامنے رکھئے اور پھر دیکھئے کہ آج دنیا کی اتنی اتنی بڑی قوموں میں' جو تمام نوع انسانی کی فلاح و بہبود کی اجارہ داری اور عدل و انصاف کے ضامن ہونے کی مدعی ہیں' معاہدات و میثاقات کی کس طرح مٹی پلید ہوتی ہے۔ جس دیدہ دلیری سے یہ اکابرین اقوام اپنے وعدوں سے مکر جاتے ہیں اسے دیکھ کر شرم کی نگاہیں جھک جاتی ہیں اور حیاء کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے۔ لیکن یہ تمدن و تہذیب اور عدل و انصاف کے ستون ہیں کہ صبح کی بات سے شام کو مکر جاتے ہیں اور شام کے عہد سے صبح کو' اور اس میں نہ کوئی جھجک محسوس کرتے ہیں نہ تامل' اور ویسے کے ویسے معتبر بنے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ جھجک و تامل تو اس صورت میں ہو جب ان کے سینے میں جھوٹ اور سچ کی کشمکش کا ہیجان متلاطم ہو۔ وہ اپنے ضابطہ سیاست میں اس قسم کی عہد شکنی اور دروغ بافی کو عیب ہی نہیں سمجھتے تو پھر حجاب و تکلف کیسا اور ملامت و سرزنش کس کی؟ میکیاولی سیاست کا اصل الاصول یہ ہے کہ اخلاقی اصولوں کو سیاست سے بالکل الگ رکھنا چاہئے اور سیاست میں صرف اس امر کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ تمہیں کامیابی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اور بس! (Means are justified by the ends

(achieved) اس "پیامبرِ سیاستِ ابلیسیہ" کا فرمان ہے جس پر اس کی امت نہایت شدت سے عمل پیرا ہے اور اس طرح خود بھی تباہی اور ہلاکت کے جہنم میں گرفتار ہے اور باقی دنیا کو بھی اپنے ساتھ اس قعرِ مذلت میں لے ڈوبی ہے۔ جب قرآن کی اس بصیرت افروز اور عدل پرور تعلیم کو عمل میں لایا گیا تو اس وقت معاہدات کی پابندی کس شدت سے ہوتی تھی' اس کا ذکر ذرا آگے چل کر آئے گا۔ اس وقت صرف یہ حقیقت سامنے لائی جا رہی ہے کہ اسلامی نظامِ مملکت غیر اقوام سے معاہدات کرے گا اور ان کا احترام اس پر لازم ہو گا۔ لیکن جو قوم عہد شکنی کرے گی اس سے تصادم ضروری ہو گا۔ یہ جنگ کی تیسری شکل ہو گی۔ نبی اکرمؐ نے مخالفین عرب سے معاہدات کئے۔ لیکن انہوں نے معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور انہیں بار بار توڑا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ○ (8:55-56)-

بلاشبہ اللہ کے نزدیک بدترین خلائق وہ (انسان ہیں) جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی ایمان لانے والے نہیں۔ اے پیغمبر! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تم سے (صلح کا) عہد و پیمان کیا تھا پھر انہوں نے اسے توڑا اور ایسا ہوا کہ ہر مرتبہ عہد کر کے توڑتے ہی رہے اور وہ (بدعہدی کے نتائج سے) ڈرتے نہیں۔

لہٰذا ان سے جنگ ناگزیر تھی۔ سورہ توبہ کا پہلا اور دوسرا رکوع دیکھئے۔ ان مخالفین کی عہد شکنی اور معاہدات فراموشی کی تفاصیل آپ کے سامنے آجائیں گی۔ ہنگامی معاہدات تو ایک طرف' اسلام دشمنی میں وہ ان عہد و قیود کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے جو ان کے ہاں بطور قومی شعار صدیوں سے (Conventionally) چلے آتے تھے اور جن کی پابندی ان کا ملی شعار تھا۔ انہوں نے چار مہینے حرمت کے مقرر کر رکھے تھے۔ جن میں جنگ و جدال اور حرب و ضرب کا سلسلہ از خود ملتوی ہو جاتا تھا اور ہر شخص بے خوف و خطر نقل و حرکت کر سکتا تھا۔ وہ باہمی جنگ و پیکار میں ان مہینوں کی حرمت کا خاص خیال رکھتے تھے قرآن نے بھی ان مہینوں کی حرمت کو برقرار رکھا اور اس کی پابندی کی تاکید کی۔ لیکن مخالفین کی عہد شکنی کا یہ عالم تھا کہ ان مہینوں میں بھی رد و بدل کر دیتے تھے اور اس طرح فریب دے کر جنگ سے بھی نہیں چوکتے تھے۔

إِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (9:37)-

نسی (یعنی مہینہ کو اس کی جگہ سے پیچھے ہٹا دینا جیسا کہ جاہلیت میں دستور ہو گیا تھا) اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کفر میں کچھ اور بڑھا دینا ہے۔ اس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں۔ ایک ہی مہینہ کو ایک برس حلال سمجھ لیتے ہیں (یعنی اس میں لڑائی جائز کر دیتے ہیں) اور پھر اسی کو دوسرے برس حرام کر دیتے ہیں (یعنی اس میں لڑائی ناجائز کر دیتے ہیں) تاکہ اللہ نے حرمت کے مہینوں کی جو گنتی رکھی ہے اسے اپنی گنتی سے مطابق کر کے اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کو حلال کر لیں۔ ان کی نگاہوں میں ان کے برے کام خوشنما ہو کر دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ (کا قانون مکافات) منکرینِ حق پر (کامیابی و سعادت) کی راہ نہیں کھولتا۔

یہ معاہدہ شکنی کی بدترین شکل تھی اس لئے قرآن کریم نے اسے "زیادۃ فی الکفر" کہا ہے۔

اب اور آگے بڑھئے! جن غیر مسلم علاقوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہو گی وہاں لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ اگر ان پر کوئی قوم دست درازی کرے گی تو اسلامی مملکت پر ان کی امداد بھی فرض ہو گی۔ ایسے موقع پر اگر صلح و آشتی اور عہد و معاہدہ سے بات نہ سلجھے' تو ان مظلومین کی حفاظت اور ان پر

و تشدد کی مدافعت میں جنگ لازم آئے گی۔ سورہ نساء میں ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (4:75)-

اور مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے؟ حالانکہ کتنے ہی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ہیں جو (ظالموں کے ظلم و تشدد سے عاجز آکر) فریاد کر رہے ہیں۔ خدایا ہمیں اس بستی سے جہاں کے باشندوں نے ظلم و تشدد پر کمر باندھ لی ہے، نجات دلا! (یعنی اہل مکہ سے نجات دلا) اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا کارساز بنا دے اور اپنی طرف سے کسی کو ہماری مددگاری کے لئے کھڑا کر دے۔

مظلوموں کی یہ امداد اس لئے ہے کہ اگر مفسدین کو ان کے ظلم و استبداد سے نہ روکا جائے تو کسی کمزور کو جینے کا حق ہی نہ رہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ (8:73)-

یاد رکھو! یہ کفر و سرکشی اختیار کرنے والے سب ایک دوسرے کے رفیق اور کارساز ہیں۔ اب اگر تم مظلوموں کی امداد کے لئے) نہ اٹھے، تو دنیا میں بڑا فتنہ و فساد رونما ہو جائے گا۔

واضح رہے کہ اگرچہ یہ آیات مکہ کے مظلومین کے ضمن میں آئی ہیں۔ لیکن ان کا حکم عام ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ مظلوم کی آواز کہیں سے اٹھے خدا کے یہ سپاہی، بلاتمیز ملت اور بلا لحاظ رنگ و وطن، محض حق کی امداد کی خاطر مظلومین کی آواز پر لبیک کہیں گے اور ان کی حفاظت میں جان تک دے دیں گے۔ اس لئے کہ ان کا فریضہ انسانیت ہے۔ اگر کمزور کی امداد کے لئے کوئی بھی نہ اٹھے، تو دنیا اس طرح درندوں کا بھٹ بن جائے جس طرح آج اقوام مغرب کی چیرہ دستیوں سے بن رہی ہے کہ زیردست کے لئے خدا کی اس وسیع و عریض زمین پر امن کا کوئی گوشہ اور عافیت کا کوئی کنارہ نہیں۔ یہی وہ کمزور کی مدافعت ہے جس کی تفصیل سورہ بقرہ کی اس آیت مقدسہ کے اجمال میں پوشیدہ ہے کہ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِينَ ○ (2:251)-

حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ ایسا نہ کرتا کہ انسانوں کے ایک گروہ کے ذریعہ سے دوسرے گروہ کو ظلم و سرکشی سے ہٹاتا رہتا تو دنیا میں فساد ہی فساد برپا ہو جاتا (اور امن و عدالت کا نام و نشان باقی نہ رہتا) لیکن اللہ اہل عالم کے لئے فضل و رحمت ہے (اور یہ اس کا فضل ہے کہ مستبدین کی سرکوبی کے لئے دوسرا گروہ تیار ہو جاتا ہے)۔

اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی بھی ہمارے سامنے آتی ہے۔ اگر سڑک پر دو آدمی آپس میں لڑ پڑیں تو پولیس کا سپاہی انہیں گرفتار کر کے عدالت میں لے جائے گا اور وہاں جو بھی ظالم قرار پائے گا سزا بھگتے گا۔ یہ دو افراد کا معاملہ تھا۔ لیکن اسی طرح اگر دو اقوام ایک دوسرے سے الجھ جائیں تو وہ کونسی پولیس ہے جو انہیں ماخوذ کرے گی اور وہ کون سی عدالت ہے جہاں ان پر مقدمہ چلے گا اور زیادتی کرنے والی قوم اپنے جرم کی سزا پائے گی؟ دنیا میں آج جس قدر فساد نظر آتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اقوام عالم میں نہ کوئی پولیس ہے جو باہمی لڑنے جھگڑنے والی قوموں کو گرفتار کر سکے اور نہ کوئی عدالت جہاں سے زیادتی کرنے والی قوم کو سزا مل سکے۔ پہلی جنگ عظیم کی تھکی ہوئی قوموں نے "لیگ آف نیشنز" کے نام سے اسی قسم کے احتساب اور عدل کا محکمہ قائم کیا تھا۔ لیکن چونکہ نیتیں سب کی خراب تھیں، اس لئے نتیجہ ظاہر تھا۔ چنانچہ اس "جمعیت اقوام" کا وہی حشر ہوا جو بقول علامہ اقبال "کفن دزدوں" کی جماعت کا ہوا کرتا ہے۔ اب دوسری جنگ کے بعد اسی روح کو

دوسرا پیکر دیا گیا ہے اور جمعیت اقوام کی جگہ اقوام متحدہ (United Nation) کا وجود عمل میں آیا ہے۔ چونکہ یہ عمارت بھی ان ہی کج بنیادوں پر استوار کی گئی ہے اس لئے اس کے انجام کی پیش گوئی کے لئے بھی کسی علم غیب کی ضرورت نہیں۔ صرف قرآنی فراست کی ضرورت ہے۔ دنیا میں اس قسم کی جماعت کے وجود کا نظریہ قرآن ہی کا عطا کردہ ہے۔ یورپ نے یہ تصور تو وہاں سے لے لیا۔ لیکن وہ اس روح کو کہاں سے لیتا جس کے پیکر کا نام ایسی جماعت ہوتی ہے' وہ روح صرف قوانین خداوندی سے پیدا ہو سکتی ہے اور مغرب کی اہرمنی سیاست کو خدا کے نام سے چڑ ہے۔ اس لئے طاغوتی روح کا پیکر وہ نتائج کس طرح پیدا کرے گا؟ قرآن' دنیا میں جماعت مومنین (حزب اللہ) کا یہ فریضہ بھی قرار دیتا ہے کہ وہ اقوام عالم کے تنازعات و مناقشات میں حکم بنیں' تمام فیصلے عدل و انصاف سے کریں اور جو اس فیصلہ سے سرتابی کرے اور دنیا میں فساد برپا کرنا چاہے اس کا سر کچل کر رکھ دیں! کہ---- **الفتنة اشد من القتل**--- چنانچہ اس نے جماعت مومنین سے کہا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (2:143)-

اس طرح ہم نے تمہیں ایک بین الاقوامی امت بنایا ہے تاکہ تم تمام نوع انسان کے اعمال کی نگرانی کرو اور تمہارے اعمال کی نگرانی تمہارا رسول (مرکز ملت) کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشیر احمد عابد

دفاع وطن کے تقاضے

یہ بات ہر پاکستانی پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہندو اس کا دشمن نمبر 1 ہے۔ بھارت نے پاکستان کے وجود کو آج تک تسلیم نہیں کیا۔ دراصل وہ جنوبی ایشیا میں اپنی بالادستی چاہتا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ پاکستان کے وجود کو مٹا دے یا پھر اسے اس قدر کمزور بنا دے کہ وہ غلام بن کر رہے۔ ایک مضبوط اور خوشحال پاکستان بھارت کے داخلی استحکام اور بین الاقوامی تعلقات کیلئے بہت بڑا خطرہ ہے۔

بھارت کے اندر اس وقت کروڑوں مسلمان ہندو مظالم کا شکار ہیں۔ وہ بھارت کے آزاد شہری ہونے کے باوجود غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ متعصب اور تنگ نظر ہندوؤں نے ان کا جینا دو بھر کر رکھا ہے۔ ان کی مساجد کو توڑ کر مندر بنائے جا رہے ہیں۔ معمولی معمولی تنازعات کو بنیاد بنا کر قتل و غارت شروع کر دیا جاتا ہے۔ اخبارات ہندو مسلم فسادات سے بھرے ہوتے ہیں۔ بھارت بظاہر تو سیکولرازم کا دعویدار ہے لیکن مسلمانوں کے بارے میں اس نے فرعون کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ اس کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا۔ وہ اپنی قوت کو مستحکم کیلئے ایک تو ان میں مسلسل پھوٹ ڈالے رکھتا اور یہ کہ وہ اس قوم کے معزز افراد کو جن میں جوہر جھلک دکھائی دیتی اور جن سے خطرے کا امکان ہوتا ذلیل و خوار کر کے غیر موثر بنا دیتا۔ اور جو افراد ان سے عاری ہوتے انہیں معزز و مقرب بنا کر آگے طرح وہ بنی اسرائیل میں ناہمواریاں پیدا کر کے ان کی مجموعی طاقت کو توڑتا رہتا تاکہ وہ دائمی طور پر محکوم رہیں اور کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔ آج کل یہی پالیسی بھارت کی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ مسلمانوں میں وحدت پیدا ہو اور وہ قوت حاصل کر کے ہندوؤں کے مظالم اور چیرہ دستیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر سکیں۔ بھارتی مسلمانوں کو کمزور اور زیر دست رکھنا اس کے داخلی استحکام کیلئے بے حد ضروری ہے۔ ان کروڑوں مظلوم مسلمانوں کی امید کا سہارا پاکستان ہے۔ ان کی نگاہیں پاکستان پر جمی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بھارت کے اندر ان کی عزت و وقار کا راز ایک مضبوط اور خوشحال پاکستان میں پوشیدہ ہے۔ اور اس بات سے ہندو بھی اچھی طرح آگاہ ہے۔ اس لئے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ پاکستان کسی طور پر بھی مضبوط اور خوشحال ہو جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کسی ایک ملک کا نام نہیں بلکہ یہ ایک عظیم امت ہے جو مراکش سے لیکر انڈونیشیاء تک پھیلی ہوئی ہے۔ پاکستان جغرافیائی لحاظ سے تو برصغیر کا ایک چھوٹا سا ملک ہے لیکن نظریاتی اعتبار سے یہ امت مسلمہ کا ایک نہایت اہم جزو ہے۔ گو کہ یہ امت اس وقت بین الاقوامی سازشوں کا شکار ہے اور مفاد پرست طبقات نے اس کی وحدت کو ریزہ ریزہ کر رکھا ہے لیکن ایمان کے اشتراک نے عوام کے دلوں میں الفت ڈال رکھی ہے۔ انہیں جب بھی کوئی مخلص قیادت میسر آگئی یہ مشرق سے لیکر مغرب تک یک جا ہو کر ایک عظیم طاقت بن جائیں گے۔ پاکستان کے ایٹمی قوت بن جانے کے بعد امت مسلمہ میں اس کا وقار نہایت بلند ہوا ہے اور آگے چل

کر اس میں مزید اضافہ ہو گا۔ پاکستان کو اسلامی ممالک کا اعتماد بتدریج حاصل ہو رہا ہے۔ یہ چیز بھارت کے دل میں کانٹا بن کر چبھ رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ یہ اعتماد اس حد تک بڑھ جائے کہ اسلامی ممالک پاکستان کی آواز پر لبیک کہہ کر اس کے پیچھے چل پڑیں۔ اس وقت بھارت مسلمانوں کے انتشار ملی سے خوب فائدہ اٹھا رہا ہے۔ یہ بڑی آسانی سے ہماری صفوں میں گھس بیٹھتا ہے۔ مسلم ممالک کی تجارتی منڈیوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے اور دنیا بھر میں ہر جگہ سفارتی سطح پر اسے ان ممالک کی حمایت حاصل ہے۔ اگر پاکستان کا اثر و رسوخ بڑھ گیا تو وہ مسلم ممالک کی صفوں میں اس گھس بیٹھئے کو مار بھگائے گا۔ اس لئے بھارت ہرگز نہیں چاہتا کہ پاکستان سیاسی طور پر مستحکم ہو۔ اس کی معیشت پھلے پھولے اور مسلم ممالک میں اس کا اثر و رسوخ فروغ پائے۔ اس مقصد کے لئے وہ پاکستان کے اندر بھی امن و امان کا مسئلہ کھڑا کئے رکھتا ہے اور بین الاقوامی سطح پر بھی وار کرنے کا کوئی موقعہ ضائع نہیں کرتا۔ یہ صرف مسئلہ کشمیر اور کارگل کی بلت نہیں ہے۔ یہ مسائل تو اس دیرینہ روگ کی عارضی علامات ہیں... آج نہیں تو کل ٹھیک ہو جائیں گی۔ بھارت کا اصل روگ پاکستان کا وجود ہے۔ جب تک بھارت پاکستان کے وجود کو خلوص نیت سے تسلیم نہیں کرتا اور اس سے ہم آہنگ نہیں ہو جاتا۔ پاک بھارت دشمنی میں کوئی کمی نہیں ہو گی اور پاک بھارت تعلقات کبھی بہتر نہیں ہوں گے۔

پاکستان اور بھارت کے مابین ہر تنازعہ کو انہی حقائق کی روشنی میں دیکھنا ہو گا اور انہی کے مطابق حکمت عملی اختیار کرنا ہو گی۔ یہ ستم ظریفی کہ آج تک کسی بھی حکومت نے ان [illegible] سے غور نہیں کیا' اور نہ ہی انہیں مدنظر رکھ کر [illegible] ہے۔ اس حکمت عملی کا بنیادی تقاضا یہ [illegible] کے مسلمانوں کی حمایت اور تعاون حاصل [illegible] کشمیر کے مسلمانوں کے حق [illegible] کرتے ہیں اور انہیں ہر سطح پہ

سفارتی اور اخلاقی مدد دیتے ہیں اسی طرح ہمیں بھارت کے مسلمانوں کے حقوق کیلئے بھی آواز بلند کرنی چاہئے تاکہ انہیں اطمینان حاصل ہو۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ ہمارے سامنے ہندو انہیں بربریت کا نشانہ بنا رہے ہیں' ان کی عصمتوں کو برباد کر رہے ہیں' ان کی مساجد کی بے حرمتی کر رہے ہیں اور ہم ان کی کوئی مدد نہیں کرتے۔ صرف اظہار تشویش کرتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ ہندو مردہ باد کے نعرے لگاتے ہیں! یہ وجہ ہے کہ آج بھارت کے مسلمان کو ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں۔ وہ ہندو کے ساتھ مل کر کشمیر اور کارگل میں اپنے ہی مسلمان بھائی کو قتل کر کے جام شہادت نوش کر رہا ہے۔ مشرقی پاکستان میں بھی یہی ہوا تھا۔ وہاں بھی ہماری غلط حکمت عملی نے بنگالی کو باوجود مسلمان ہونے کے ہندو کے ساتھ ملا دیا تھا۔ اور آج ویسی ہی کوتاہیوں کی وجہ سے بھارت کا مسلمان بھی ہندو کے ساتھ مل کر ہمارا دشمن بن گیا ہے۔ جسے دوست بنانا بہت آسان تھا بشرطیکہ ہم تدبر و فراست سے کام لیتے۔ ہم تو اسے دوست نہ بنا سکے لیکن ہندو نے اس کی ایسی ذہنی صفائی (Brain Washing) کر دی کہ آج ہندو کلچر اور تہذیب مسلمان کی زندگی کا جزو لاینفک بن چکے ہیں۔ وہاں مسلمانوں کی نئی نسل اپنی اسلامی روایات اور اسلامی تشخص کھو بیٹھی ہے اور ہندو ثقافت پر انہیں فخر ہے۔ وہ پاکستان و بھارت کی تقسیم کو غیر فطری سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہندوستان کی سرحدوں کے اندر بسنے والے سب ایک قوم کے افراد ہیں۔ ہندوستان کو ہرگز تقسیم نہیں ہونا چاہئے تھا اور یہی وہ واحد مقصد ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہندو روز اول سے جدوجہد کر رہا ہے۔ وہ اس کیلئے سیاسی' سفارتی' عسکری ہر محاذ پر لڑائی لڑ رہا ہے۔ پاکستان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہندو کی اس یلغار کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ نظریہ پاکستان کی اہمیت کو واضح کرے اور ہر دم تازہ رکھے' مسلمانوں کے مابین اتحاد و اخوت کے جذبے کو فروغ دے اور یہ حقیقت ہر وقت مدنظر رہے کہ دفاعی نقطہ نظر سے بھارت کے اندر کا مسلمان ہمارے لئے نہایت اہم ہے۔

ہیں' ہمیں بین الاقوامی سطح پر بھی سفارتی تعلقات کو ہو گی۔ ہمارے سفارت خانے خلوص اور لگن سے کام کرتے۔ دنیا بھر میں ہمارے سفارت کار نکمے ترین لوگوں ہوتے ہیں۔ یہ لوگ سرکاری خرچہ پر دعوتیں اڑاتے سرکاری اوقات میں اپنے ذاتی کاروبار کو چمکاتے ہیں۔ خانوں کی اہم مصروفیت کاغذات کی تصدیق اور پاسپورٹ کا اجراء ہوتا ہے۔ ہمارے سفارت کاروں کی مقامی لوگوں کم جان پہچان ہوتی ہے۔ ان کے اکثر کام نمائشی اور پبلسٹی کیلئے ہوتے ہیں۔ یہ حضرات قومی جذبے اور فرض سے کام نہیں کرتے۔ ان کی لاپرواہی اور عدم دلچسپی کی کی وجوہات ہیں لیکن بڑی وجہ سسٹم کی خرابی ہے۔ سفارت کاروں کی اکثریت بیوروکریسی سے تعلق رکھتی ہے اور ان میں بیوروکریسی کی ہر لعنت پائی جاتی ہے۔ بالخصوص عوام سے لاپرواہی اور ان سے الگ تھلگ رہنا' ان میں کوٹ کوٹ ہوتا ہے۔ لہٰذا' ضرورت اس بات کی ہے کہ سفارت اکثریت ایسے لوگوں کی بھرتی کی جائے جو ملنسار' اور ۔ جو مقامی طور پر اہم اور مقتدر سیاسی' سماجی شخصیت سے گہرے مراسم رکھیں۔ بیوروکریسی کے سفارت کار ایسی خوبیوں سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ:

"A Diplomate is a person wh
twice before he says

کی اصلاح کے ساتھ ساتھ کامیاب سفارت کاری کا صحیح تعین بھی بہت اہم ہوتا ہے۔ ہمیں خوب ہے کہ پاکستان کی ترقی و استحکام میں وہی ممالک دلچسپی کے قومی مفادات وابستہ ہوں گے۔ ان ممالک کو کر کام کرنا ہو گا۔ اسلامی ممالک کے ساتھ ہمارے و اقتصادی مفادات وابستہ ہیں بلکہ گہرا دینی رشتہ ہے۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم اللہ کے ایک عظیم امت کا حصہ ہیں۔ ہماری قدریں مشترک اور ہمارا نصب العین ایک ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ اس وقت یہ امت دشمن کی سازشوں کا شکار ہو کر بکھری ہوئی ہے لیکن ہم مایوس نہیں۔ کیونکہ یہ انتشار وقتی ہے۔ مستقل نہیں۔ یہ تھوڑی توجہ چاہتا ہے اور تھوڑا سا تدبر! انشاء اللہ یہ امت پھر سے امت واحدہ بن کر اٹھ کھڑی ہو گی۔ ہمیں بھارت پر یہ بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔ بھارت کی مثال اناتھ آشرم کے لاوارث بچے کی سی ہے۔ جبکہ ہمارے ورثاء کی ایک لمبی قطار لگی ہے۔ ہمیں اپنے برادر اسلامی ممالک پر خصوصی توجہ دینی چاہئے اور ان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے چاہئیں۔ اس راہ میں جو بھی رکاوٹ حائل ہو اسے ترجیحی بنیاد پر دور کرنا چاہئے۔ ہماری غفلت اور لاپرواہی کا فائدہ بھارت اٹھا رہا ہے۔ اسلامی ممالک کی تجارتی منڈیوں میں اسے بالادستی حاصل ہے۔ سیاسی و سفارتی سطح پر بھی اس نے ہم سے بہتر تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔ ہمیں بھارت کے اس اثر و رسوخ اور بالادستی کو ختم کرنا ہو گا۔

پاکستان میں بیرونی سرمایہ کاری کیلئے فضا کو بہتر بنانا ہو گا۔ بیرونی سرمایہ کاری سے پاکستان کے دفاع کو بھی تقویت حاصل ہو گی۔ جو ملک سرمایہ کاری کرے گا وہ لازمی طور پر پاکستان کی امن و سلامتی میں بھی دلچسپی لے گا۔ ورنہ عام حالات میں کسی کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری کیلئے امن عامہ کو بہتر بنانا ہو گا۔ اس وقت ملک شدید سیاسی و اقتصادی بحران کا شکار ہے۔ نسل پرستی اور مذہبی تفرقہ بازی نے ملک کے داخلی استحکام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا فوری تدارک کرنا چاہئے۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ و رسولؐ کو ماننے والے سب بھائی بھائی ہیں۔ اللہ و رسولؐ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ فعل نسل پرستی اور مذہبی تفرقہ ہے۔ نسل پرستی کی کوئی بھی شکل ہو رنگ' زبان' وطن وغیرہ قابل مذمت شیطانی فعل ہے۔ نسل پرستی کا جذبہ انسان کو سرکش بنا دیتا ہے اور پھر وہ اللہ و رسول کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ شیطان نے یہی کچھ کیا تھا۔ اس نے اپنی پیدائش کو وجہ امتیاز بنا کر حکم عدولی کی تھی

اور راندہ درگاہ ٹھہرا تھا۔ آج ہم بھی نسل پرستی کے مرتکب ہو کر راندہ درگاہ بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح مذہبی تفرقہ خواہ اصولی ہو یا فروعی یا کسی اور نوعیت کا اللہ اور رسولؐ نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ تفرقہ بازی کا نتیجہ ذلت اور روسیاہی ہوتا ہے۔ جو علماء اور مشائخ اور سیاستدان مذہب و نسل کی بنیاد پر اپنی دکان چمکاتے ہیں اور قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک دوسرے سے لڑاتے ہیں ان کے لئے قرآن نے نہایت سخت عذاب کا حکم دیا ہے۔ کہا ہے: وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وہ لوگ جو اس عہد کو جو انہوں نے خدا کے ساتھ نہایت مضبوطی سے باندھا تھا' توڑ ڈالتے ہیں اور انسانیت کے جن رشتوں کو جوڑنے کا اس نے حکم دیا تھا' انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور اس طرح دنیا میں فساد اور ناہمواریاں برپا کرتے رہتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ○ ان پر خدا کی لعنت برستی ہے اور ان کا آخرکار انجام بڑا ہی خراب ہوتا ہے۔ (الرعد 25)

خدا کی لعنت برسنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زندگی کی ان خوشگواریوں سے محروم رہ جاتے ہیں جو اطاعت خداوندی کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم نعمائے خداوندی سے محروم ہیں اور اس کی ایک وجہ نسل پرستی اور مذہبی تفرقہ ہے۔ حکومت کو اس طرف بھرپور توجہ دینی چاہئے تاکہ ملک کو داخلی استحکام حاصل ہو۔ جو قوم اندرونی طور پر مستحکم ہوتی ہے وہ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے خواہ دشمن کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔

دفاع وطن کے لئے مندرجہ بالا تمام امور ہماری اولیں توجہ کے مستحق ہیں۔ پاکستان کو سیاسی' سفارتی' عسکری ہر لحاظ سے بھارت پر برتری ثابت کرنی چاہئے۔ داخلی استحکام اور اقتصادی صورت حال کو بہتر بنانا چاہئے۔ ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات کو خوشگوار بنانا چاہئے۔ برادر اسلامی ممالک کے ساتھ رشتہ ایمانی کو مضبوط کرنا چاہئے۔ سپرپاورز اور مغربی ممالک پر اپنی اہمیت کو واضح کرنا چاہئے۔ تاکہ ان سب کی ہمیں تائید و نصرت حاصل ہو جائے۔ لیکن ان سب سے زیادہ اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ پاکستان کو خدا کی تائید و نصرت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بظاہر یہ بات بڑی معمولی نظر آتی ہے لیکن درحقیقت بڑی اہم ہے اور بظاہر یہ بات بڑی آسان نظر آتی ہے لیکن درحقیقت بڑی مشکل ہے۔ اس بات کی صحیح قدر و منزلت جاننے کیلئے ایمان کی پختگی چاہئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر آج ہمیں تائید و نصرت خداوندی حاصل ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بھارت بڑا ملک ہے اس میں کوئی شک نہیں! لیکن جس قوم کا خدا کے قانون پر محکم یقین ہو اسے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی شکست نہیں دے سکتی۔ کیونکہ خدا کے قانون میں یہ بھی ہے کہ تعداد کی کمی سیرت و کردار کی قوت سے پوری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس اصول کے مطابق' قرآن کہتا ہے:

..... كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (تاریخ میں) کئی واقعات ایسے سامنے آتے ہیں جن میں' کم تعداد کے لوگ' گروہ کثیر پر غالب آگئے تھے۔ اصل چیز استقلال و استقامت ہے۔ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ جو حق پر ثابت قدم رہے' خدا کے قانون کی تائید اس کے شامل حال رہتی ہے۔ (البقرۃ 249)- بھارت کے حکمران طاقت کے نشے میں مست ہیں۔ ان ہیں زعم ہو گیا ہے کہ اس وقت جنوبی ایشیاء کے خطہ میں ان کا کوئی مدمقابل نہیں۔ ان کے بیانات سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ پاکستان کو چیونٹی کی طرح پاؤں تلے مسل ڈالیں گے۔ اس میں ان کا قصور نہیں۔ جو قوم اخلاق باختہ اور کم اصل ہو اور اسے طاقت حاصل ہو جائے تو پھر وہ آپے میں نہیں رہتی۔ قرآن بتاتا ہے کہ قوم عاد بہت بڑی اور متکبر قوم تھی۔ وہ پوری دنیا کو چیلنج کرتی تھی۔ مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے! لیکن انہوں نے اس حقیقت پر غور ہی نہ کیا کہ۔ أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وہ اللہ کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے' یقیناً ان سے کہیں زیادہ

قوتوں کا مالک ہے۔ (حم السجدہ 15)۔ جو قوم بھی نظام حق و صداقت کی مزاحمت کرے وہ اسے راستے سے ہٹا دیتا ہے۔ اس نے نظام حق و صداقت کے علمبرداروں کی مدد کرنا اپنے اوپر واجب قرار دے رکھا ہے۔ **وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ** ○ "ہم پر واجب ہے کہ ہم ان لوگوں کی مدد کریں جو ہمارے قوانین پر ایمان رکھتے ہیں" (الروم 47)۔ اور وہ قوم بڑی خوش نصیب ہوتی ہے جسے خدا کی تائید و نصرت حاصل ہو جائے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے: **إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ** ج "کہ جس کے ساتھ خدا کی تائید شامل ہو، اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ **وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ** ط "اور جس کا ساتھ خدا چھوڑ دے اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" (ال عمران 159)۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان نظام حق و صداقت کے قیام کیلئے حاصل کیا گیا ہے۔ کیونکہ دین اسلام چند عبادات اور رسومات کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس پر عمل پیرا ہونے کیلئے اپنی آزاد مملکت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بانیان پاکستان کے سامنے یہ نصب العین بالکل واضح تھا لیکن حالات کی ستم ظریفی سمجھئے کہ انہیں اس نصب العین کو بروئے عمل لانے کا موقعہ نہ مل سکا۔ قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصہ بعد قیادت ایسے ہاتھوں میں چلی گئی جو اس نصب العین سے قطعی غافل تھے۔ وہ خود بھی غلط سمت پر چل نکلے اور مسلمان قوم بھی ان کے پیچھے چل پڑی۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت دین اسلام کے حقیقی نصب العین سے غافل ہے۔ اسلام کو عبادات و رسومات تک محدود کر دیا ہے اور اس کے اصول و قوانین پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہر مسلمان کا خدا پر پختہ ایمان ہے۔ وہ اٹھتے، بیٹھتے، جاگتے ذکر الہیٰ میں مشغول رہتا ہے۔ ہر مشکل لمحے اور ہر مصیبت کی گھڑی میں اس کے ہاتھ بے ساختہ اسی کی طرف اٹھتے ہیں اور وہ اس کی نصرت کو پکارتا ہے۔ **متی نصر اللّٰہ** اے بارالہا! تیری تائید و نصرت کب شامل حال ہو گی! لیکن خدا اس طرح کسی کی مدد نہیں کرتا۔ اس کا مدد کرنے کا اپنا طریقہ ہے۔ قرآن کہتا ہے: **واللّٰہ یوید بنصرہ من یشاء** خدا کی تائید و نصرت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس کی مشیت کے مطابق چلیں۔ (ال عمران 13)۔ مشیت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ قانون خداوندی کے مطابق صحیح روش اختیار کریں، خدا کی تائید خود بخود ان کے شامل حال ہو جائیگی۔ کیونکہ صحیح قانون پر عمل کرنے کا نتیجہ ہمیشہ خوشگوار نکلتا ہے۔ اس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری کوششیں ٹھوس اور تعمیری نتائج پیدا کریں، تو ہمیں اس کے قوانین کا اتباع کرنا ہو گا۔ اس لئے کہ ٹھوس، تعمیری نتائج پیدا کرنے والی ہر مانگ اسی کے قوانین سے وابستہ ہے۔ جو لوگ یہ چاہیں کہ اس کے قوانین کو چھوڑ کر دعا و درود یا کسی اور طریقے سے کامیابیاں حاصل کر لیں تو ان کی یہ آرزو اور کوشش رائیگاں جائیگی۔ بعینہٖ اس طرح : **كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ** ط جس طرح اس شخص کی آرزو اور کوشش رائیگاں جاتی ہے، جو دور سے پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر سمجھے کہ پانی اس کے منہ تک خود بخود پہنچ جائیگا۔ حالانکہ اس طرح پانی اس کے لبوں تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ (یہ چیز قانون خداوندی کے خلاف ہے) (الرعد 14)۔ اس طرح سے دعا مانگنا کافرانہ طریق ہے۔ اسلام کا نہیں۔ اور قرآن اس طریقے کو گمراہی قرار دیتا ہے۔ **وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ** ○ (13:14)۔

خدا سے دعا مانگنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ معاملہ پیش نظر پر اس کا قانون معلوم کیا جائے اور پھر اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ نتائج خود بتا دیں گے کہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ ہم پاکستانی بڑے ہی خداپرست اور عبادت گذار ہیں، لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہماری اکثریت قانون خداوندی کے تصور سے غافل ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں آج تک خدا کے قوانین نافذ نہ ہو سکے۔ نظریاتی طور پر خدا کو حکمران سمجھتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر حکمرانی انسانوں کو سپرد کر رکھی ہے، وہ جو چاہیں کریں۔ جس طرح کا قانون بنائیں ہم اطاعت کیلئے

حاضر ہیں۔ سیاسی، سماجی، اقتصادی ہر شعبے میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل ہو رہا ہے۔ خدا کے قوانین کا کہیں نام و نشان نہیں۔ اس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو ہندو اور مسلمان میں بس عبادات اور رسومات کا فرق نظر آئے گا باقی سب ایک جیسا ہے۔ سیاست میں جھوٹ، مکر و فریب اور دھوکہ دہی کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ سیاستدان ذاتی مفادات کو پیش نظر رکھ کر اجتماعی مفادات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اپنے اقتدار کی خاطر قوم کی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیتے ہیں۔ عوام کو رنگ، نسل، زبان اور مذہب کی بنیادوں پر اشتعال دلا کر ایک دوسرے سے دست و گریبان کرتے ہیں۔ اپنے جتھہ اور پارٹی کو مضبوط بنانے کیلئے ہر حربہ جائز سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اس کے لئے دشمن سے بھی ساز باز کر لیتے ہیں۔ غرضیکہ ان کی تمام تر جدوجہد کا منتہیٰ و مقصود اقتدار کا حصول ہوتا ہے۔ قوم کی عمارت کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنا اور اس کی صحیح تعلیم و تربیت کر کے زندگی کی دوڑ میں حصہ لینے کے قابل بنانا ان کے مقاصد میں شامل نہیں ہوتا۔ معاشرتی اصول و اقدار کو لیجئے۔ کوئی کسی کا پرسان حال نظر نہیں آئے گا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوتی ہے۔ رشوت اور سفارش کے بغیر کام نہیں ہوتا۔ جو دولت مند اور اثر و رسوخ والے ہیں ان کی تو ہر جگہ عزت ہوتی ہے لیکن مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کو ہر جگہ دھکے پڑتے ہیں۔ باہمی لین دین اور کاروبار میں منافقت اسقدر سرایت کر چکی ہے کہ اب کوئی سچ بولے بھی تو یقین نہیں آتا۔ جرائم عام اور عدل و انصاف مفقود ہے۔ اقتصادی اور معاشی شعبہ زندگی میں بھی یہی کیفیت ہے۔ ان قوانین کے مطابق کسی کو بھی اس کی محنت کا جائز معاوضہ نہیں ملتا۔ سرمایہ دار اور جاگیردار مزدور کی محنت کو شیر مادر کی طرح ہضم کر جاتے ہیں۔ قرآن نے کہا تھا کہ **السحت** یعنی بغیر محنت کی کمائی سے بچنا یہ تمہارے اعصاب کمزور کر دے گی اور **الربٰو** یعنی پیسے کے ساتھ پیسہ کمانا نظام خداوندی کے خلاف کھلم کھلا اعلان جنگ ہے۔ لیکن ہمارے اقتصادی نظام میں دونوں کو جائز سمجھا جاتا ہے۔

ان تصریحات سے واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح دنیا کے دیگر ممالک میں نظام زندگی ظلم و استحصال پر مبنی ہے اسی طرح ہمارے معاشرے میں بھی لوٹ کھسوٹ برپا ہے۔ وہ بھی خدا کے قوانین کے انکاری ہیں اور ہم بھی انہیں جھٹلاتے ہیں۔ لہٰذا، خدا کی تائید و نصرت نہ انہیں حاصل ہے اور نہ ہمیں! کیونکہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ خدا کی تائید و نصرت اس قوم کو حاصل ہوتی ہے جو اس کے قوانین کا احترام کرتی ہے اور ان پر عمل کو یقینی بناتی ہے۔ خدا کے قوانین کے اتباع سے اتحاد و یک جہتی پیدا ہوتی ہے، ایثار و قربانی کا جذبہ فروغ پاتا ہے، عدل و انصاف کا بول بالا ہوتا ہے، مساوات اور باہمی احترام سے معاملات طے پاتے ہیں، یہ قوانین انسان میں اولوالعزمی، استقامت، جرات اور بے باکی جیسی نادر صفات پیدا کرتے ہیں۔ ان قوانین کے علمبردار اپنے فرائض زندگی خلوص اور دیانت سے ادا کرتے ہیں اور مشکلات و مصائب کا صبر و استقامت سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ان کا خدا کے قوانین پر مکمل بھروسہ ہوتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت ان کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں خدا کی بھرپور تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور دنیا میں ناقابل شکست قرار پاتے ہیں۔ ذرا اندازہ کیجئے اس قوم کی قوت و سطوت اور عظمت و جرات کا جس کا ہر فرد دوسری کی سلامتی کا متمنی ہو، جہاں ہر کام میرٹ پر ہوتا ہو، رشوت و سفارش کا نام و نشاں تک نہ ہو، جو ٹیکس چوری کرنے کی بجائے حکومت کے واجبات کی پائی پائی ادا کرتی ہو، جو مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت ادا کرتی ہو، جو اپنا زائد از ضرورت مال منفعت عامہ کیلئے وقف کر دے، جو باہمدگر ابریشم کی طرح نرم اور دشمن کے سامنے چٹان بن کر کھڑی ہو جائے۔ آج کی مادہ پرست دنیا میں اس قوم کا مدمقابل کون ہو سکتا ہے؟ یہ قوم تو از خود ہی قوت و عظمت کی بلندیوں پر فائز ہو جائے گی۔

لہٰذا وطن عزیز کی بقاء و سلامتی کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ

ہم پاکستان میں خدا کے قوانین نافذ کریں۔ پاکستان کے وجود کی غرض و غایت بھی یہی تھی۔ یہ قوانین ہمارے لئے باعث شرف و سعادت ہوں گے۔ اس وقت بھارت پر ہمیں کوئی برتری و فضیلت حاصل نہیں ہے۔ لیکن جب ہم خدا کے قوانین پر عمل شروع کر دیں گے تو ہمیں بھارت پر دس گنا زیادہ برتری حاصل ہو جائیگی' بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ملائکہ ہمارے شانہ بشانہ لڑیں گے۔ فی الوقت کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مثلاً یہ سمجھ کر کہ ہم توحید پرست ہیں اور وہ مشرک' ہم مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مندر میں پرستش کرتے ہیں' ہمارا نام عبدالرحمٰن ہے اور ان کا رام داس وغیرہ وغیرہ اگر ہم نے ان پر حملہ کر دیا یا ان کے ساتھ چھیڑ خانی کی تو یقین جانئے ان امتیازات کا ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس وقت ان کے دونوں ہاتھ کھلے اور دل مطمئن ہیں۔ نہ انہیں شمال میں چینیوں کا خطرہ ہے' نہ بنگال کی سرحدوں پر کسی یورش کا خدشہ اور نہ ہی جنوب میں امریکی بحری بیڑہ کھڑا ہے۔ واجپائی نے یہ جو کہا کہ پاکستان نے بھارت کے ساتھ تین بار پنجہ لڑایا اور ہر بار کچھ نہ کچھ کھویا ہے نہ جانے اس بار کیا کھونے کا ارادہ ہے' یہ کھوکھلی دھمکی نہیں تھی! اس لئے دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اپنی صفوں کو مضبوط بنا لیجئے۔ یہ خدا کا بے پایاں فضل ہے کہ اس نے ہم جیسی نالائق قوم کو آج تک قرآن جیسی بے مثال حکمت کا وارث بنا رکھا ہے۔ لگتا ہے کہ ابھی ہمارا مہلت کا وقفہ باقی ہے۔ ہمیں بلاتاخیر اس وقفے سے فائدہ اٹھا لینا چاہئے اور اپنے آپ کو قرآن حکیم کے عظیم اصولوں کے مطابق تیار کر لینا چاہئے۔ انشاء اللہ فتح و نصرت ہمارا مقدر ہو گی۔ **نصر من اللّٰہ و فتح قریب** پاکستان زندہ باد۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(اشتہار)

یکے از مطبوعات باغبان ایسو سی ایشن

سینئر نائب صدر کا تقرر

نام۔صبینہ یاسمین بی۔اے' ٹبی سیداں جہلم باغبان ممبر شپ نمبر 51

تجویز کنندہ = ملک عبدالمسجود ایم۔اے' بی ایڈ سنبل سیداں مری باغبان ممبر شپ نمبر 52

محترمہ کا تقرر تائید مزید کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔آپ کی صائب آراء مل جائیں تو خوشی ہو گی۔کیونکہ انہیں یہ ذمہ داری سینئر نائب صدر اور انچارج باغبان شعبہ خواتین کی صورت میں سر انجام دینا ہو گی۔

ملک حنیف وجدانی (صدر)

باغبان ایسو سی ایشن

معرفت PO موہڑہ سیداں' مری

PAMPHLETS -- پمفلٹس

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس دو روپے فی پمفلٹ کے حساب سے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب فرمائیں۔

1 آرٹ اور اسلام
2 احادیث کا صحیح ترین مجموعہ
3 اسلام کیا ہے؟
4 الزکوٰۃ
5 اسلام آگے کیوں نہ چلا؟
6 اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے؟
7 اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
8 الصلوٰۃ
9 اندھے کی لکڑی
10 بنیادی حقوق انسانیت اور قرآن
11 جہاں مارکس ناکام رہ گیا
12 حرام کی کمائی
13 خدا کی مرضی
14 دعوت پرویز کیا ہے؟
15 دو قومی نظریہ
16 روٹی کا مسئلہ
17 سوچیو (سندھی)
18 سوچا کرو
19 عالمگیر افسانے
20 عورت قرآن کے آئینے میں
21 فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں؟
22 قرآن کا سیاسی نظام
23 قرآن کا معاشی نظام
24 قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر
25 کیا قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟
26 کافر گری
27 مرض تشخیص اور علاج
28 مقام اقبالؒ
29 مرزائیت اور طلوع اسلام
30 مقام محمدی ﷺ
31 ماؤزے تنگ اور قرآن
32 ہم میں کریکٹر کیوں نہیں؟
33 ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
34 Islamic Ideology
35 Is Islam a Failure
36 Why Islam is the Only True Deen?

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شراب کہن

طلوع اسلام ستمبر 1979ء میں شراب کہن کے عنوان سے پرویز صاحب کے چھ خطبات ان کے درج ذیل نوٹ کے ساتھ شائع ہوئے تھے۔

"ایک حوالہ کی تلاش میں پرانے کاغذات الٹ پلٹ رہا تھا کہ ان میں خطبات کا ایک مسودہ ملا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ یہ خطبات کب لکھے تھے اور ان کے مخاطب کون تھے۔ قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی بیس بائیس برس ادھر کی بات ہے اور ان کا عام فہم اور سلیس انداز بیان اشارہ کناں ہے کہ انہیں یا تو متوسط درجہ کے طلباء کے لئے لکھا گیا تھا اور یا کم تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' ان کی اشاعت کہیں نہیں ہوئی۔ مرور زمانہ کے باوجود' ان کی افادی حیثیت میں کچھ فرق نہیں آیا' اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ انہیں پیشِ خدمتِ قارئین کر دیا جائے۔"

ان خطبات کی محولہ بالا افادی حیثیت اور ان کے سلیس انداز بیان کے پیش نظر ایک بار پھر ان خطبات کو ایک ایک کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ پہلا خطبہ ملاحظہ فرمایئے۔ (مدیر)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مستقل اقدار

قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ (2:61)

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کیا تم اس چیز کو جو بہت گراں قیمت ہے اس چیز کے بدلے میں دے دینا چاہتے ہو جو انتہائی پست درجے کی ہے؟

برادرانِ عزیز! اگر آپ بازار میں کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ سو روپے کی سونے کی انگوٹھی دس روپے میں بیچ رہا ہے تو آپ کے دل میں پہلا خیال یہ گزرے گا کہ یہ انگوٹھی اس کی اپنی نہیں۔ چوری کی ہے۔ اسی لئے یہ اسے اتنے سستے داموں فروخت کر رہا ہے۔ پنجابی زبان میں ایسے موقع پر کہتے ہیں کہ "چوراں دے کپڑے تے ڈانگاں دے گز"۔ جب چوری کا کپڑا بکتا ہے تو اسے عام گزوں سے نہیں ماپا جاتا۔ اس کی پیمائش ان گزوں سے کی جاتی ہے جن کی لمبائی لٹھ بھر کی ہو۔

لیکن اگر آپ کو اس کا بھی یقین آجائے کہ وہ انگوٹھی چوری کی نہیں اس شخص کی اپنی ہے۔ تو پھر آپ اس کے سوا

کسی نتیجے پر نہیں پہنچیں گے کہ وہ شخص پاگل ہے۔ کوئی سمجھ دار آدمی--- کوئی صاحب عقل و ہوش--- سو روپے کی چیز دس روپے میں نہیں بیچتا۔ آپ جس سے بھی اس بات کا ذکر کریں گے وہ بلا تامل کہہ دے گا کہ وہ شخص فی الواقعہ پاگل تھا۔

لیکن جو لوگ اس شخص کو پاگل کہتے ہیں انہوں نے کبھی اپنی حالت پر غور نہیں کیا اور سوچا نہیں کہ وہ خود صبح سے شام تک کتنی مرتبہ اس قسم کے پاگل پن کی حرکتیں کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتنی گراں بہا چیزوں کو کتنے سستے داموں فروخت کرتے ہیں۔ آپ شائد حیران ہوں گے کہ وہ کون سے لوگ ہیں جو اس قسم کے پاگل پن کی حرکتیں کرتے ہیں؟ وہ کون سی بستیاں ہیں جن میں یہ لوگ رہتے ہیں؟ اگر آپ سے کہہ دیا جائے کہ وہ ہم میں سے ہی ہیں اور ہماری ہی بستیوں میں بستے ہیں' تو شاید آپ اسے صحیح تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں--- لیکن یہ بات ہے بالکل صحیح۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ سنئے کہ یہ کس طرح صحیح ہے!

ہمارے ہاں ایک عام محاورہ ہے--- اور میرا خیال ہے کہ آپ میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے اس محاورہ کا کبھی نہ کبھی استعمال نہ کیا ہو۔ یا کم از کم اسے سنا نہ ہو۔ وہ محاورہ یہ ہے کہ ۔

مال صدقہ جان۔ جان صدقہ آبرو

آپ سمجھے کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ مطلب بالکل واضح ہے۔ مال و دولت اچھی چیز ہے۔ اس سے دنیا میں انسان کے بہت سے کام نکلتے ہیں۔ اس سے ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اس سے انسان کھانے پینے کی چیزیں خریدتا ہے۔ بیمار ہو تو علاج کراتا ہے۔ ڈاکٹر کی فیس دیتا ہے۔ دوائیاں خرید کر لاتا ہے۔ کپڑے بنواتا ہے۔ بچوں کو تعلیم دلواتا ہے۔ یہ سب کچھ پیسے کے زور پر ہوتا ہے۔ ہمارے ایک پرانے شاعر نے کہا ہے کہ ۔

پیسہ نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

اس لئے دنیا میں پیسے کی بڑی قدر ہے۔ جو شخص پیسہ سنبھال کر رکھتا ہے اسے ہر شخص عقلمند کہتا ہے۔ جو پیسہ برباد کرتا ہے اسے بیوقوف کہا جاتا ہے۔ لیکن زندگی میں ایسے وقت بھی آجاتے ہیں کہ جو شخص اس وقت پیسہ خرچ نہیں کرتا' اسے سنبھال کر رکھتا ہے' ساری دنیا اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کا بچہ بیمار ہے۔ اس کی حالت نازک ہو رہی ہے۔ اس شخص کے پاس بہت سا روپیہ جمع ہے۔ لیکن وہ اپنے بچے کے علاج پر کچھ خرچ نہیں کرتا۔ کبھی وہ اسے محلے کے عطار کے پاس لے جاتا ہے کہ دو پیسے کے شربت میں کام بن جائے۔ کبھی وہ کسی عامل کے پاس چلا جاتا ہے کہ اس کی جھاڑ پھونک سے فائدہ ہو جائے۔ بچے کی حالت دن بدن خراب ہوتی جاتی ہے۔ ساری دنیا اسے کہتی ہے لیکن وہ اس کے علاج پر پیسہ خرچ نہیں کرتا۔ بالآخر بچہ جان دے دیتا ہے۔ سوچئے کہ کون ہے جو ایسے دولت مند باپ پر لعنت نہیں بھیجے گا؟ ہر شخص اس سے کہے گا کہ میاں! ٹھیک ہے۔ پیسہ اچھی چیز ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہئے۔ اسے سنبھال کر رکھنا چاہئے۔ لیکن بچے کی جان کے مقابلے میں تو پیسہ کوئی چیز نہیں۔ انہی باتوں کے لئے تو پیسے کو سنبھال رکھا جاتا ہے۔ مال صدقہ جان ہوتا ہے۔ جو شخص جان بچانے کے لئے مال خرچ نہیں کرتا وہ بدبخت بخیل ہے۔ وہ انسان نہیں۔ درندہ ہے۔ جان کے مقابلے میں مال کی حیثیت کیا ہے؟

آپ نے غور کیا کہ یہ بات کیا ہوئی؟ بات بالکل صاف ہے۔ مال و دولت بیشک اپنی قیمت رکھتے ہیں لیکن جان کی قیمت' مال سے کہیں زیادہ ہے۔ جو شخص کم قیمت کی چیز یعنی مال و دولت کو سنبھال کر رکھتا ہے اور اس سے کہیں زیادہ قیمتی

چیز--- یعنی جان--- کو ضائع کر دیتا ہے' اسے کوئی اچھا نہیں سمجھتا۔ جو شخص بڑی قیمت کی چیز کو بچانے کے لئے کم قیمت کی چیز کو قربان کر دیتا ہے' اس کی سب تعریف کرتے ہیں۔ یہی شخص عقل مند کہلاتا ہے۔

جہاں تک انسان کی اپنی جان بچانے کا تعلق ہے' بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جو جان بچانے کی خاطر سب کچھ نہ کر گزریں۔ انسان تو ایک طرف' حیوان تک بھی اپنی جان بچانے کے لئے انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ چیونٹی کو دیکھئے کتنی ننھی سی جان ہے لیکن اس کے سامنے انگلی رکھئے اور دیکھئے کہ وہ اس خطرے سے بچنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتی۔ جان بچانے کا جذبہ' ہر جاندار کے اندر قدرت کی طرف سے رکھا گیا ہے۔ کوئی ذی ہوش اپنی جان ضائع کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ خودکشی وہی کرتا ہے جس کے ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہیں۔ جس کی عقل پر جذبات غالب آکر اسے اندھا کر دیں۔ حیوانات کبھی خودکشی نہیں کرتے۔ غرضیکہ جان ایسی عزیز ہے جسے بچانے کی خاطر انسان سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جان کی قیمت بہت زیادہ ہے--- جان ہے تو جہان--- ہمارے ہاں عام محاورہ ہے۔

لیکن' جان کی اتنی بڑی قیمت کے باوجود' ایسے وقت بھی آجاتے ہیں' کہ جو شخص اس وقت جان بچاتا ہے اسے ہر شخص نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جو شخص جان دے دیتا ہے' ہر شخص اس کی تعریف کرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی درندہ انسان' کسی شریف زادی کی عصمت پر ہاتھ ڈالنا چاہے اور وہ غیرت مند خاتون اپنی عصمت بچانے کی کوشش میں اپنی جان دے دے' تو اس خاتون کی جرات اور قربانی کا ہر جگہ چرچا ہوتا ہے۔ ہر شخص تعظیم سے اس کا نام لیتا ہے۔ ہم اپنے بچوں کو بڑے فخر سے اس کی کہانی سناتے ہیں۔ اسی کا نام غیرت ہے۔ اگر کسی باپ کے ساتھ اس کی جوان بیٹی جا رہی ہو اور کوئی روسیاہ اس لڑکی کی طرف میلی نظر سے دیکھے تو غیرت مند باپ چیتے کی طرح جھپٹ کر اس کا گلا دبوچ لے گا اور اس کی قطعاً" پرواہ نہیں کرے گا کہ ایسا کرنے میں اس کی جان جاتی ہے یا رہتی ہے۔ اگر بیٹی کی عصمت کی حفاظت میں وہ باپ اپنی جان دے دیتا ہے تو ساری دنیا اس کا نام تعظیم سے لیتی ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس اصول پر عمل کرتا ہے کہ--- "جان صدقہ آبرو"--- آبرو کی حفاظت کے لئے جان دے دینا' شرف انسانیت کا تقاضا ہے۔

لیکن جہاں ہمیں ایسے باپ ملیں گے جو بیٹی کی طرف بری نگاہ سے دیکھنے والے کا گلا دبوچ لیں گے وہاں ایسے بے غیرت انسان بھی ملیں گے جو چند روپوں کی خاطر اپنی بیٹیوں کو دوسروں کے ہاں لے جائیں گے۔ ایسے لوگوں کا شمار ذلیل ترین انسانوں میں ہوتا ہے۔ انہیں بے غیرت اور دیوث کہا جاتا ہے۔ کوئی شریف آدمی انہیں اپنے پاس بٹھانے کا روادار نہیں ہوتا۔ ان کے پاس کتنی دولت کیوں نہ جمع ہو جائے۔ اور غلط معاشرے میں وہ اس دولت کی بناء پر اپنے لئے کوئی اونچی جگہ بھی کیوں نہ حاصل کر لیں دنیا انہیں کبھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گی۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے آبرو جیسی بیش بہا متاع کو مال و دولت جیسی کم قیمت چیز کے بدلے میں بیچ دیا۔ جو شخص کم قیمت کی چیز کی خاطر بڑی قیمت کی چیز کو قربان کر دیتا ہے۔ وہ انسانیت کے مقام سے گر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو سپاہی میدان جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگ جاتا ہے وہ دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ اس نے حق اور صداقت کی خاطر جان دینے کے بجائے' جان بچانے کو ترجیح دی۔ اس نے بہت بڑی قیمتی متاع کی حفاظت کے مقابلہ میں اس سے کم قیمت کی چیز کو محفوظ رکھا۔ وہ دنیا کی نظروں میں ذلیل اور خوار ہو گیا۔ اس نے "جان صدقہ آبرو" کے اصول پر عمل نہ کیا۔

لیکن ایک چیز قابل غور ہے۔ جہاں تک جان بچانے کا تعلق ہے' اس میں دنیا کے کسی انسان کو کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ کوئی شخص پاکستان کا رہنے والا ہو یا انگلستان کا۔ افریقہ کا حبشی ہو یا امریکہ کا سفید فام۔ جنگل میں رہنے والا وحشی

انسان ہو یا شہر کا مہذب باشندہ۔ ہر شخص اس سے متفق ہو گا کہ جان کا بچانا ضروری ہے۔ لیکن جہاں تک آبرو کا تعلق ہے اس میں مختلف انسانوں میں ہی نہیں بلکہ مختلف قوموں میں بھی فرق ہے۔ ہمارے ہاں اگر کسی کنواری لڑکی سے لغزش ہو جائے اور اسے حمل قرار پا جائے تو اسے اس قدر معیوب سمجھا جاتا ہے کہ بسا اوقات وہ لڑکی شرم کے مارے اپنی جان ہلاک کرلیتی ہے۔ لیکن انگلستان میں اسے قطعاً" برا نہیں سمجھا جاتا۔ حتیٰ کہ اگر اس بچے کا باپ اس لڑکی سے شادی کر لے تو اس بچے کو قانوناً" جائز بیٹا تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ آبرو کے متعلق یہ اختلاف بڑا غور طلب ہے۔ انگلستان والے کہتے ہیں کہ چونکہ یہ چیز ہماری سوسائٹی میں بری نہیں سمجھی جاتی اس لئے یہ بری نہیں ہے۔ تمہاری سوسائٹی اسے برا سمجھتی ہے اس لئے تم اسے برا کہتے ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے کا معیار یہی ہے کہ جس چیز کو سوسائٹی اچھا قرار دے دے وہ اچھی ہو جاتی ہے اور جسے وہ برا کہہ دے وہ بری ہوتی ہے؟ یہ معیار تو کوئی معیار نہیں۔ معیار ایسا ہونا چاہئے جس کے مطابق اچھی بات ہمیشہ اچھی سمجھی جائے اور بری بات بری ہی رہے خواہ ساری دنیا اسے اچھا کیوں نہ سمجھنے لگ جائے۔

ہمارے لئے یہ معیار ہے اللہ کی کتاب۔۔ قرآن مجید۔۔ وہی یہ بتاتا ہے کہ کون سی چیز زیادہ قیمتی ہے اور کون سی کم قیمت کی۔ کون سی چیز ایسی ہے جسے اس سے زیادہ قیمتی چیز کی خاطر قربان کر دینا چاہئے اور کون سی ایسی جسے کسی حالت میں بھی قربان نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی چیزیں جنہیں کسی دوسری چیز کی خاطر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ مستقل اقدار کہلاتی ہیں۔ اقدار' قدر کی جمع ہے اور قدر کے معنی ہیں قیمت۔ لہٰذا' قرآن مجید ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مستقل اقدار کیا ہیں۔ انہی کو نہ بدلنے والے اصول یا قوانین خداوندی کہا جاتا ہے۔

جو شخص قرآن مجید کی بتائی ہوئی اقدار کو صحیح مانتا ہے اسے مسلمان کہتے ہیں اور جو مملکت ان اقدار کی حفاظت کرتی اور ان کے مطابق معاملات کے فیصلے کرتی ہے اسے اسلامی مملکت کہتے ہیں۔

آئندہ خطبات میں یہ بتایا جائے گا کہ یہ مستقل اقدار کیا ہیں۔ والسلام

تاریخی یادداشتیں

سوال یہ ہے کہ قرآن کا دین موجودہ مذہب میں کس طرح تبدیل ہو گیا؟ غیر قرآنی نظریات' تصورات' معتقدات کہاں کہاں اور کن کن راستوں سے در آئے؟ دانشور حضرات اس موضوع پر روشنی ڈال سکیں تو راقم ممنون ہو گا۔

ملتمس : ایم۔آر راجہ (کینیڈا) معرفت ادارہ طلوع اسلام' 25بی گلبرگ 2' لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علی محمد چدھڑ

علاج بالقرآن

کسی حاجی عبداللہ عربی صاحب نے اشتہار چھپوایا ہے جس میں' کینسر' جنات' جادو' نرینہ اولاد' بے جا تھکاوٹ' سردرد اور دیگر پرانی بیماریوں کا (تعویذ' جادو اور کالا علم سے نہیں بلکہ) قرآن کے ذریعہ علاج کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ محترم علی محمد چدھڑ صاحب نے اس کا محاکمہ کیا ہے جو کہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ (مدیر)

قرآن میں آیا ہے کہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ○ (17:82)- اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور ناانصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے۔

حاشیہ میں مرقوم ہے کہ "کیونکہ وہ اسے مانتے ہیں جس سے حق تعالیٰ کی رحمت ان پر ہوتی ہے اور عقائد و اعمال فاسدہ سے شفا ہوتی ہے (ترجمہ و حاشیہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)

ترجمہ کے بعد مذکورہ آیت کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں۔ "یہ سب کچھ اس قرآن کی رو سے ہو گا جس کی تعلیم جماعت مومنین کے دل کے تمام روگ مٹا دے گی۔ ان کی نفسیاتی کمزوریاں اور داخلی کشمکش دور ہو جائے گی۔ ان کے برعکس جو لوگ اس سے سرکشی برت رہے ہیں اور ظلم و استبداد کی راہ اختیار کئے ہیں۔ ان کے سامانِ ہلاکت میں اضافہ ہوتا جائے گا" (17:82)- (مفہوم القرآن علامہ پرویز)

اسی آیت کا ترجمہ ہمارے ایک معالج صاحب نے اپنے ایک کاروباری اشتہار میں یوں کیا ہے۔ "یہ جو قرآن ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کیلئے سراسر شفا اور رحمت ہے (القرآن) جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ آیت کا خسارے والا باقی آدھا حصہ دیدہ دانستہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہ معالج صاحب کی منشا سے موافقت نہیں رکھتا۔ ترجمہ بھی عام قرآنی تراجم سے ذرا مختلف ہے۔ اشتہار کا سرنامہ "علاج بالقرآن" تجویز کیا گیا ہے۔ جسے اشتہار کے شروع میں نہایت ہی نمایاں الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ ایک کارنر میں قرآن کے ماڈل کو ہلال عید کی شعاعوں میں بڑے دلکش انداز میں دکھایا گیا ہے۔

تو قارئین محترم! یہ تھے حاجی صاحب کے اشتہار کے چیدہ چیدہ کوائف تاکہ آپ آسانی سے سمجھ سکیں کہ اس "علاج بالقرآن" کے مقدس فریضہ کو کس حد تک دلکش بنایا گیا ہے۔ بات اگر یہاں تک رہتی تو اس اشتہار کی تحریر میں کوئی بھی قابلِ اعتراض بات نہ تھی۔ لیکن افسوس ایسا نہیں ہے۔ ہمارے حاجی صاحب نے مصلحتاً قرآنی مفہوم کا رخ طبیعی امراض کی طرف موڑ کر معاملہ الجھا دیا ہے اور یوں دینِ خداوندی کے مقابلہ میں ترجیحاً" ذاتی مفاد کو سامنے لے آئے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں "جو ذرا سے فائدے کی خاطر جھٹ سے قوانینِ خداوندی کو پیچ ڈالتے ہیں اور لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ کس قدر برا ہے" (9:9)- مضمون کے شروع اور آیت (17:82) کے ابتدائی حاشیہ میں مولانا تھانوی صاحب نے صاف طور پر لکھا ہے کہ شفاء عقائد و اعمالِ فاسدہ سے ہوتی ہے نہ کہ طبیعی امراض سے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی رو سے دلوں کے روگ اور داخلی کشمکش کے دُور ہو جانے کا ذکر کیا ہے۔ یہ تغیرِ نفس کی بات ہے۔ ذہن و قلب میں انقلاب کا ذکر ہو رہا ہے۔ نہ کہ گھریلو جھگڑوں اور کینسر وغیرہ کا۔ یقین کریں ان بیماریوں کی فہرست بڑی طویل

ہے۔ جن کی تعداد گنواتے ہوئے پورے اعتماد سے حاجی صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ کینسر' جنات' جادو' نرینہ اولاد' پریشانیوں' گھریلو جھگڑوں' بے جا تھکاوٹ' دورے پڑنا' سر درد رہنا اور دیگر تمام پرانی بیماریوں کا علاج (تعویذ جادو اور کالا علم سے نہیں بلکہ) قرآن وسنت کے مطابق کروائیں۔ آخر میں انہوں نے اپنا نام و پتہ تحریر کرنے کے علاوہ یہ نوٹ بھی دیا ہے کہ "خواتین اپنے بالغ محرم کے ہمراہ باپردہ تشریف لائیں۔

قطع نظر اس کے کہ اشتہار کے مصنف نے قرآنِ کریم سے کس قسم کا سلوک کیا ہے۔ ہمارے لئے تو علاج بمطابق قرآن و سنت ہی معمہ بنا ہوا ہے کہ اس کی تشریح یا توضیح کیسے کی جائے۔ دوسرے اگر نزولِ قرآن کا مقصد ایسی بیماریوں کا علاج ہی تھا تو اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کو اس سلسلہ میں جشنِ مسرت منانے کی جو ہدایت کی ہے۔ اس کے تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ مثلاً ارشاد ہوا کہ "ان سے کہو کہ اس قسم کے ضابطۂ حیات کا مل جانا خدا کے فضل و رحمت سے ہے۔ تم کسی قیمت پر بھی اسے حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ تم اس کے ملنے پر جشن مسرت مناؤ۔ یہ ہر اس شے سے بہتر ہے جسے تم جمع کرتے رہتے ہو یعنی زندگی کی ہر متاع سے زیادہ گراں بہا اور عزیز تر" (10:58)۔

بہرحال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مہربان معالج کی نظروں میں قرآن کریم ایک جھاڑ پھونک یا "پکی روٹی" سے زیادہ اہمیت کی حامل کتاب نہیں۔ ان کی ایسی غلط فہمی یا تسلی تشفی کیلئے مختصر طور پر خدا کی اس آخری کتاب کے متعلق چند حقائق پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں "شائد کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات"۔

(1) یہ عظیم المرتبت کتاب ابدی حقائق کا مجموعہ اور مستقل اقدار کا صحیفہ ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے ہر گوشے کیلئے مکمل راہ نمائی موجود ہے۔ افراد کی صلاحیتوں کی نشوونما کے اصول ہوں یا اقوام کے عروج و زوال سے متعلق قوانین۔ قرآن کریم ان تمام خصوصیات کی حامل آسمانی کتاب ہے اور نوعِ انسانی کیلئے آخری ضابطۂ حیات ہونے کی وجہ سے ہر حیثیت سے مکمل اور ہمہ گیر ہے۔

(2) قرآن کریم نور ہے اور یہی نوعِ انسان کیلئے روشنی کا مینار۔ جو خود بھی روشن ہے اور ہر چیز کو روشن کرتا ہے۔ عقلِ انسانی کو اس روشنی کے مینار کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح انسانی آنکھ کو سورج کے نور کی احتیاج۔ اگر مخالفین سمجھتے ہیں کہ وہ اس قندیلِ آسمانی (قرآن) کو بجھا دیں گے تو وہ احمقوں کی جنت میں بستے ہیں۔ پھونکیں مارنے سے سورج کا چراغ گل نہیں ہو سکتا۔

(3) قرآنِ عظیم۔ ایک ایسی کتاب ہے جس کے کلیاتِ مقدسہ پر جب اور جہاں بھی عمل ہوا۔ ہمیشہ خوشگوار نتائج برآمد ہوئے۔ نبی کریمؐ کے دورِ ہمایوں اور اس کے بعد خلافتِ راشدہ کے وقت سرزمین حجاز میں انہی اصولوں کی بنیاد پر معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ اور اس معاشرہ نے جس قدر انسانیت ساز اثرات دنیا میں چھوڑے۔ انسانی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب اقوام عالم کی امامت مسلمانوں کے حصے میں آئی۔ لیکن اس کے بعد جب انہوں نے قرآن کا دامن چھوڑ دیا تو پھر تباہیوں اور بربادیوں کے جس عذاب میں باقی اقوام مبتلا تھیں۔ یہ قوم بھی ماخوذ ہو گئی۔ یعنی قرآن کا قول فیصل ہے مستقل اقدار پر عمل خوشگواریوں اور سرفرازیوں کی علامت اور ان اقدار سے انحراف بدحالیوں اور محتاجیوں کا پیش خیمہ۔

موجودہ عبرت ناک خستہ حالیوں اور اخلاق سوز گمراہیوں کے باوجود قرآن ہی ہمارا آخری سہارا ہے۔ وہ اب بھی انسانیت کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ:

"اگر تم بھی غلبہ و تسلط کی زندگی چاہتے ہو تو اس کے لئے ایک اصول یاد رکھو اور وہ یہ کہ جب فتح و کامرانی سے سامانِ زیست کی فراوانی حاصل ہو تو اس سے تمہارے اندر تساہل اور کسلمندی نہ پیدا ہو جائے اور کسی وقت اگر حالات ناساز گار ہو جائیں۔ تو اس سے تم پر افسردگی نہ چھا جائے اور یہ

صورت میں ممکن ہے جب تمہیں قوانینِ خداوندی کی صداقت پر پورا پورا یقین ہو۔

جب تم مومن ہو تو غمگین اور افسردگی کے کیا معنی؟ جب تک تم اس روش پر قائم رہو گے تم پر کوئی غالب نہیں آسکے گا (4:141) (4:138)"

یہ ہے وہ نایاب اور تیر بہدف نسخۂ کیمیا جس کے اصولوں پر عمل درآمد سے فتح و کامرانی اور سامانِ زیست کی فراوانی ہوتی ہے۔ یہی ہیں وہ آزمودہ اقدار جو کل بھی مومنین بلکہ تمام انسانیت کے لئے سراسر رحمت اور شفا کی علامت تھیں اور آج بھی دنیا کے تمام غموں کا علاج۔ آزمائش شرط ہے لیکن اگر اس کے نام پر ذاتی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو ہو سکتا ہے وہ بھی کسی حد تک حاصل ہو جائیں۔ لیکن اگر حاجی صاحب قرآن کے مقاصد کے برعکس اس کی اہمیت' عظمت اور شرف کو محدود کرنے کی کوشش کریں گے تو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ نہ دین اور نہ دنیا۔

THE BEST INVESTMENT

Pamphleteering has proved to be the best way of spreading Quranic knowledge. One pamphlet of average size cost Rs 10,000 and with it you can illuminate 5000 homes with Quranic wisdom. Lovers of Quran are invited to invest liberally. They can deposit their shares of money in Account NO. 3082-7 National Bank of Pakistan Main Market Branch, Gulberg, Lahore or directly in the office of Idara Tolu-e-Islam.

Chairman
Idara Tolu-e-Islam

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیدر علی' راولپنڈی

علامہ غلام احمد پرویز پر مولانا قاضی عبداللطیف کی بہتان طرازی

11 مئی 1999ء بروز منگل روزنامہ "اوصاف" راولپنڈی میں مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کا مضمون شائع ہوا جس میں انہوں نے دلیل و برہان کی بجائے روایتی تعصب' نفرت اور منفی پروپیگنڈے سے کام لیتے ہوئے علامہ غلام احمد پرویز پر بہتان طرازی کی یلغار کر دی۔ میں ذیل میں ان کی ہرزہ سرائی کے جواب میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ "برطانوی حکومت نے علامہ پرویز کو غلام احمد قادیانی کے مشن کی تکمیل کا کام سونپا تھا" یہ بہتان عظیم ہے اور ایسا کرتے ہوئے مولانا صاحب کو یہ سوچ لینا چاہئے تھا کہ انہوں نے روز محشر کسی کے سامنے جوابدہ ہونا ہے اور یہ بھی دیکھ لینا چاہئے تھا کہ کسی پر بہتان لگانا اور جھوٹ باندھنا کس قدر قابل مذمت فعل ہے۔ جہاں تک مولانا صاحب کی بات کا تعلق ہے تو یہ چیز تاریخی ریکارڈ کا حصہ ہے کہ 1926ء تا 1935ء کے مشہور و معروف مقدمہ مرزائیہ بہاولپور میں فاضل جج نے علامہ پرویز کے مضمون سے رہنمائی لیتے ہوئے قادیانیوں کو مرتد قرار دیا جبکہ وقت کے علماء اپنی جامد تعلیمات سے فاضل جج کیلئے کسی بھی طرح سے مددگار ثابت نہ ہوئے۔ علامہ پرویز نے ختم نبوت کے موضوع پر "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" نامی کتاب تصنیف کر کے قادیانیوں کے غلط عقائد کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا اور ختم نبوت کے عقیدے کو ہمہ قسم کی تاویل جیسے ظلی' بروزی' تشریعی اور غیر تشریعی سے منزہ و مصفیٰ قرار دیکر ناموس رسالت کی پاسبانی کا فریضہ حقیقی معنوں میں ادا کر دیا۔ اس لئے علامہ پرویز اور غلام احمد قادیانی کے مشن کو ایک قرار دینا سراسر بددیانتی ہے۔ مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے غلام احمد پرویز کو پاکستان جانے کی ہدایت کی تاکہ پاکستان قرارداد مقاصد کی روشنی میں صحیح اسلامی مملکت نہ بن سکے۔ یہ بات کہہ کر مولانا صاحب نے افتراء باندھنے اور الزام تراشی کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ صاف نظر آرہا ہے کہ مولانا کا مقصد منفی پروپیگنڈہ کر کے سادہ لوح عوام جو کہ تحقیق و جستجو سے کام نہیں لیتے' کے جذبات کو علامہ پرویز کے خلاف ابھارنا ہے حالانکہ یہ بات بھی تاریخی ریکارڈ کا حصہ ہے کہ علامہ پرویز' علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے زیر سایہ رہے اور پرویز صاحب کی سوچوں کا رخ موڑنا علامہ اقبال کا ہی کار نمایاں ہے۔ انہی کی خواہش پر 1936ء میں مجلہ طلوع اسلام کا اجراء عمل میں آیا جس نے نہ صرف اس وقت ہندوؤں کے پروپیگنڈے کا توڑ کیا بلکہ صحیح معنوں میں قرآنی نظام کے نفاذ کیلئے علیحدہ وطن کو ناگزیر قرار دیا اور اس مسئلہ پر مسلمانوں کے شعور کو بلند کر دیا جو کہ علماء کے بعض گروہوں (جو کہ قیام پاکستان کے مخالف تھے اور اسی لئے علامہ اقبال کو کہنا پڑا۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
نادان سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد)

کے منفی پروپیگنڈے سے متاثر ہو چکے تھے اسی طرح علامہ پرویز کی تحریک پاکستان میں بے مثال کارکردگی کو حکومت پاکستان نے سرکاری سطح پر تسلیم کیا اور انہیں ان کی جاں گسل جدوجہد پر گولڈ میڈل سے نوازا اور اسلامی نظام کے نفاذ کی خاطر پرویز صاحب کی جدوجہد کا منہ بولتا ثبوت طلوع اسلام کے اوراق ہیں۔

مولانا صاحب نے علامہ پرویز کو ملحدین کا قائد اور رئیس الذنادقہ قرار دیا ہے اور ان پر انکار حدیث کا الزام لگایا ہے اس

یات میں کس حد تک حقیقت ہے اس کے متعلق علامہ پرویز کا نقطہ نظر ملاحظہ کیجئے۔

"ہمارا ایمان ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے کسی ارشاد یا حضورؐ کے کسی عمل کی صداقت سے انکار کرتا ہے ہمارے نزدیک وہ مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا۔ اس لئے کہ حضورؐ کے ارشادات و اعمال حیات سے تو وہ ماڈل ترتیب پاتا ہے جسے خدا نے "اسوہ حسنہ" قرار دیا ہے اس اسوہ حسنہ سے انکار نہ صرف انکار رسالت ہے بلکہ ارشاد خداوندی سے انکار ہے اس انکار کے بعد کوئی بھی شخص مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس اسوہ حسنہ کو خود قرآن میں محفوظ کر دیا ہے" (طلوع اسلام۔ اگست 88ء)۔

اس سے ظاہر ہے کہ علامہ پرویز کے نزدیک اقوال رسول کس قدر اہمیت ہے اور مولانا صاحب کے الزام کی کیا حقیقت ہے؟

مولانا صاحب نے پرویز صاحب پر ایک اور افترا باندھا ہے کہ علامہ پرویز نے اپنی کتاب نظام ربوبیت کے ص 25 پر لکھا ہے کہ (نعوذ باللہ) قرآن عبوری دور کیلئے تھا حالانکہ علامہ پرویز نے نظام ربوبیت میں ایسی کوئی بات تحریر نہیں کی اور نہ ہی کوئی صاحب عقل و ہوش ایسی بات کہہ سکتا ہے اور علامہ پرویز نے اپنے سارے لٹریچر کی بنیاد ہی قرآن کریم اور اسوہ رسول پر رکھی ہے اور مولانا صاحب نے تو طریقہ کار ہی یہ اپنایا ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ سمجھا جائے حالانکہ موجودہ دور میں تو یہ پالیسی کا بنیادی اصول ہے جس کو مولانا صاحب نے قوتوں سے مستعار لیا ہے۔ مولانا صاحب رقم طراز ہیں "اس دجالانہ فتنہ کی سرکوبی کیلئے پاک و ہند اور سعودی کے علماء حق نے بروقت اس کا تعاقب کر کے متفقہ فتویٰ دیا جسے حقیقی طور پر اجماع امت کا مقام حاصل ہے کہ طلوع اسلام غلام احمد پرویز اور اس کے متبعین ان کے عقائد اور نظریات کی بنیاد پر کافر، مرتد اور اسلام سے [illegible]

مولانا صاحب نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس وقت ملک میں جتنے بھی فرقے ہیں وہ ایسے ہی فتووں کی رو سے تمام کافر و بے دین قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اور ان علماء کے فتووں کی رو سے اب کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ حضورؐ نے تمام عمر تکالیف و مصائب برداشت کر کے اور دن رات ایک کر کے کافروں کو مسلمان بنایا مگر ہمارے علماء ایک ایک مسلمان کو کافر بنا کر نہ جانے کس سنت کا احیاء کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس لوگوں کو کافر بنانے کی کوئی خاص خدائی سند اور اتھارٹی نہیں ہے۔ عام مسلمانوں کے علاوہ ماضی کے عظیم سکالر اور انقلابی رہنما بھی ان علماء کے فتووں سے نہ بچ سکے۔ جن میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، شیخ محی الدین ابن عربیؒ، مولانا رومیؒ، امام غزالیؒ وغیرہ (مذکورہ شخصیات کا احترام اپنی جگہ لیکن ابن عربیؒ، مولانا رومؒ اور امام غزالیؒ جیسے متصوفین کو عظیم انقلابی رہنما کہنا محل نظر ہے۔ مدیر) اور ہمارے دور کے عظیم رہنما جیسے سرسید احمد خانؒ، علامہ عنایت اللہ مشرقیؒ، علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ وغیرہ شامل ہیں۔ سرسیدؒ نے ایک فتویٰ کا جواب دیا تھا اس کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو۔

"ہم کو ملحد اور زندیق اور لامذہب کہنا کچھ تعجب نہیں ہے کیونکہ ہماری قوم نے خدائے واحد ذوالجلال کے سوا باپ دادا کے رسم و رواج کو اور اپنے قدیمی چال چلن کو دوسرا خدا مانا ہے اور پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا اور بہت سے پیغمبر پیدا کئے ہیں۔ کتاب اللہ کے سوا انسانوں کی بنی ہوئی بہت سی کتابوں کو قرآن بنایا ہے اور ہم اس جھوٹے خدا اور فرضی پیغمبروں اور جعلی قرآنوں کو ایسا ہی برباد کرنے والے ہیں جیسے ہمارے جدامجد ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کے بتوں کو توڑنے والے تھے۔ ہم سچے خدائے واحد ذوالجلال کا جلال اور سچے پیغمبر محمدؐ کی نبوت اور سچی کتاب اللہ کی اطاعت دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ پر وہ لوگ ہم کو ملحد و زندیق و لامذہب نہ کہیں اور نہ سمجھیں تو کیا کہیں اور کیا سمجھیں؟ کیونکہ ہم ان کے خداؤں اور پیغمبروں اور قرآنوں کو نہیں مانتے" (حیات جاوید ص 626)۔

اس لئے مولانا قاضی عبداللطیف صاحب سے گزارش ہے کہ وہ علامہ پرویز صاحب کے پیش کردہ حقائق کا جواب قرآنی اسناد پر مبنی دلائل کی روشنی میں دیں۔

(مشکریہ روزنامہ اوصاف اسلام آباد، 16 جون 1999ء)

ملاح کی اصلاح!

ے! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ کشتی میں چھید کیوں کرتے ہو؟

ں میں چھید کیوں کرتا ہوں؟ پچاس دفعہ اس ملاح سے کہہ چکا ہوں کہ تم نے بادبان غلط ڈھا ہے- کشتی، سمت ساحل نہیں جا رہی' اس کا رخ سیدھا کرو- لیکن یہ سنتا ہی نہیں- ب جو کشتی بیکار ہو گی تو پتہ چلے گا-!

ارے پاگل! کشتی میں چھید کرو گے تو کشتی کے ساتھ خود بھی ڈوبو گے- ملاح کو یہ کا یہ کونسا طریق ہے- اگر تم میں سے کوئی ناخدائی جانتا ہے تو ملاح کے ہاتھ سے چپو ین لو اور کشتی کا رخ سیدھا کر دو- لیکن کشتی کو سلامت رکھو کہ اس کی سلامتی میں خود مہاری سلامتی ہے-

پاکستان کے موجودہ ارکان حکومت و اقتدار کی اصلاح کی فکر کرنے والوں کو ہر وقت یاد رکھنا چاہئے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جو خود مملکت پاکستان کی کمزوری کا باعث بن جائے کہ اس کشتی کے (خدانکردہ) ڈوبنے سے ہم سب غرق قعر مذلت ہو جائیں گے- ملاح غلط کار ہے تو اس کے ہاتھ سے چپو لے کر بہترین ہاتھوں میں دیدیجئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رخسانہ منظور

جواں فکر

نوجوانوں کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع مہیا کرنے کیلئے اردو میں "جواں فکر" اور انگریزی زبان میں "Voice of Youth" کے عنوان سے مستقل گوشے قائم کئے گئے ہیں۔
ان صفحات میں ان کو ہر دو زبانوں میں اظہار خیال کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس دفعہ دیکھئے رخسانہ منظور کیا کہتی ہیں۔ (مدیر)

امتیاز آدم

انسان کی حسّی صلاحیتیں حیوانات کی حسی صلاحیتوں سے کہیں پست ہیں۔ سائنس کا انکشاف ہے کہ انسان کی سماعت کا دائرہ 20 Hertz سے 20,000 Hertz Frequency تک محدود ہے۔ اس کے برعکس کتے، بلیاں، لومڑی 60,000 Hertz تک سن سکتے ہیں۔ چوہے، چمگادڑ، وھیل اور ڈولفن 1,00,000 Hertz تک کی آواز میں سن سکتے ہیں۔

شہد کی مکھی Ultra Violet Rays دیکھ سکتی ہے اور شاہین اشیاء کو آٹھ گنا بڑا کر کے دیکھ سکتا ہے۔ جب کہ انسان کی آنکھ کی صلاحیت بہت کم ہے۔

انسان نے کھربوں روپے لگا کر سیارے بنائے ہیں جو زلزلوں وغیرہ کی اطلاع پیشگی دیتے ہیں جبکہ کتے اور بلیاں طوفانوں اور زلزلوں کی آمد سے پیشتر گھروں سے باہر دوڑنے لگتے ہیں۔ چیونٹیاں نزول باراں سے بہت پہلے بلوں میں جا چھپتی ہیں۔ مچھلیاں اور پرندے راڈار نما آلات کے ذریعے ہزاروں میل دور اپنے ہم جنسوں سے پیغامات کی ترسیل کا کام لیتے ہیں۔

یہاں تک تو انسان حیوان سے برتر نہیں۔ ہاں ! انسان دوسرے حیوانات سے اس وقت ممتاز ہوتا ہے جب اللہ کی طرف سے تکریم کا حق دار ہوتا ہے۔

عہد حاضر کے تناظر میں دیکھیں تو ہمیں دو قسم کے نظریہ ہائے حیات ملتے ہیں۔ ایک تصور حیات تو یہ ہے کہ انسانی زندگی محض طبعی زندگی ہے۔ انسان اس زندگی کو سہل اور آرام دہ بنانے کے لئے طبعی قوانین استعمال کرتا ہے اور بالاخر انہی کے تحت ایک دن طبعی جسم ختم ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ حیات کو "Materialism" کہا جاتا ہے۔

وَ قَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ (القرآن)(45:24)

اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی بس اس دنیا کی زندگی ہے۔ ہم قوانین طبعی کے مطابق مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور مرور زمانہ ہمیں ہلاک کر دیتا ہے۔

اس نظریہ حیات کے تحت گزاری گئی زندگی حیوانی سطح کی زندگی ہے۔ جس میں انسانی جذبات مستقل اقدار کو چھوڑ کر Ego کے تابع چلتے ہیں۔

دوسرا نظریہ حیات یہ ہے کہ کائنات اور خود انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور وہ ان کا خالق۔ اس نے کائنات کو بالحق پیدا کیا ہے اور انسان کو احسن تقویم کا پیکر عطا کیا ہے۔

انسان مادی جسم اور الوہیاتی توانائی کا حامل ہے۔ انسانی جسم کی پرورش اللہ کے مقرر کردہ طبعی قوانین کی رو سے ہوتی ہے اور انسانی روح کی پرورش وحی کے اتباع سے۔

یہ نظریہ حیات وحی سے اخذ کردہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے۔

وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (32:9)۔

اس آیہ میں روح سے مراد وہ الوہیاتی توانائی ہے' جو مادہ کی پیداوار نہیں جس طرح برقی توانائی' مقناطیسی توانائی وغیرہ ہیں اسی طرح یہ بھی ایک توانائی ہے جو مادی توانائی سے یکسر مختلف اور ممتاز ہے۔ روح بجائے خویش نہ خیر ہے نہ شر دوسری ہر قوت کی طرح اس کا استعمال اسے خیر یا شر بنا دیتا ہے۔ جب انسان اسے بلند اقدار کے تحفظ و استحکام کے لئے عمل میں لاتا ہے تو یہ خیر کا موجب بن جاتی ہے اور جب انسان اپنے اختیار و ارادہ کو مفاد خویش کی خاطر استعمال کرتا ہے تو یہ شر کا مظہر بن جاتی ہے' قرآن انسانی شخصیت کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کو "نفس" سے تعبیر کرتا ہے۔

انسان جب وحی کی رہنمائی کو پس پشت ڈال کر اپنی EGO کے تابع چلتا ہے تو قرآن اسے نفس امارہ کی اصطلاح سے تعبیر کرتا ہے۔

نفس انسانی جب خالص قوانین ربانی کا اتباع کرتا ہے تو پست جاذبیتوں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے جسے قرآن نفس مطمئنہ سے تعبیر کرتا ہے۔ نبیؐ کی ذات گرامی معراج کبریٰ پر فائز تھی ان کے متعلق اللہ نے فرمایا۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (68:4)-

اس آیہ میں وحی پر عمل کرنے کا نتیجہ پاکیزگی اخلاق اور بلندی کردار بتایا ہے۔

انسانی ذات کی جوں جوں تربیت ہوتی جائیگی اسی طرح اس میں آزادی کا عنصر بڑھتا جائے گا۔ یہ آزادی قوانین کو بہ طیب خاطر قبول کرنے کا نام ہے۔ دنیا میں تعمیری نتائج وہی قوتیں پیدا کرتی ہیں جو کسی قاعدے' قانون اور آئین کے ماتحت صرف کی جائیں۔ پانی اگر ساحلوں میں بہے تو نعمت اور اگر ساحل کو توڑ کر بے محابا بہنے لگے تو اسے سیلاب کہا جاتا ہے جس کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

نفس کی تربیت و استحکام کے لئے یہ اصول مقرر کیا گیا ہے کہ انسان جس قدر ایسے کام کرے گا جو نوع انسانی کیلئے نفع بخش ہوں اسی قدر اس کی شخصیت کی پرورش ہو گی۔ (92:16)- اس کی قوتیں سرکش و بے باک نہ رہیں گی بلکہ اصول و آئین کے ساحلوں کے اندر مصروف عمل رہیں گی لہٰذا انسان جس قدر اپنے اوپر وحی کی پابندیاں عائد کرتا جائیگا اسی قدر اپنی صلاحیتوں کو صحیح ساحلوں کے اندر رکھتا ہوا آگے بڑھتا جائیگا۔ صفات ربانی کو علیٰ حد بشریت اپنے اندر منعکس کرنے سے انسانی روح ترقی یافتہ ہوتی جائے گی مگر اپنی انفرادیت قائم رکھے گی۔ اس آیہ سے انسانی ذات کی انفرادیت ثابت ہوتی ہے۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (6:164)-

ہر نفس کو اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے کوئی بوجھ اٹھانیوالا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

اتباع قوانین سے انسانی ذات میں مزید ارتقائی مراحل طے کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے مرنے کے بعد جنت کی زندگی کہتے ہیں اس کے برعکس غیر نشوونما یافتہ ذات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ وہ جہنم کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری حج کے خطبہ میں فرمایا۔ میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ جس سے اگر تم وابستہ رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ چیز کتاب اللہ (قرآن حکیم) ہے۔

(مسلم، نسائی، ابوداؤد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق و عبر

8 جون 1999ء کو متحدہ علماء بورڈ نے وزیراعلیٰ پنجاب محمد شہباز شریف سے ملاقات کے دوران مسلمانوں کے درمیان مذہبی منافرت پھیلانے والے افراد کو قرار واقعی سزا دینے کیلئے قانون بنانے کی سفارش کی تھی۔ ہم نے اسے ایک خوش آئند اقدام قرار دیتے ہوئے گذشتہ لمعات میں لکھا تھا کہ ”اس امر کا حق کسی فرد کو حاصل ہی نہیں ہونا چاہئے کہ وہ دوسروں کے کفر اور اسلام کا فیصلہ کرے۔ اس کا فیصلہ حکومت کو کرنا چاہئے۔ جب حکومت اسے اپنے ہاتھ میں لے لے تو پھر یہ چیز قانونا“ ممنوع ہو جائے گی کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے کفر اور اسلام کے متعلق فتوے صادر کرے“۔

صنعت کافر گری کے اجارہ داران (مذہبی پیشوائیت) کو کب یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ ان کے ہاتھ سے کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے کے اختیارات چھین لئے جائیں۔ سو انہوں نے واویلا کرنا شروع کر دیا کہ اس (مجوزہ) قانون کی روشنی میں شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کا باب کھل جائے گا۔ یہ نظریہ سراسر طاغوتی ہے اور سیکولرازم کے جراثیم اپنے اندر رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہفت روزہ الاعتصام (جو کہ مسلک اہل حدیث کا داعی و ترجمان ہے) کے شمارہ 25 میں کسی مولانا احمد علی سراج کا متحدہ علماء بورڈ کے نام کھلا خط شائع ہوا ہے۔ اس میں موصوف لکھتے ہیں:

”یہ کیسا قانون بنایا جا رہا ہے کہ جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے تو کافر قرار دیں لیکن اسے کافر کہنے پر 14 سال کی سزا دی جائے۔ ایسا اقدام تو اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہو گا اور پاکستانی مسلمان اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ لہٰذا یہ بہتر ہو گا کہ اس قانون کی شرعی تشریح کر کے علماء اور عوام کو اعتماد میں لیا جائے۔ مزید یہ کہ اس قانون کے سائے میں پاکستان میں وسیع پیمانے پر بلا روک ٹوک دجل پھیلے گا اور ارتداد کا راستہ کھل جائے گا اور پاکستان مزید فتنوں کا شکار ہو جائے گا۔“

نیز مولانا موصوف نے مطالبہ یہ کیا ہے کہ ”حکومت جو قانون سازی کرے اس میں قادیانیوں اور پرویزیوں کی کفریہ حیثیت واضح طور پر متعین کرے۔“

غم و غصہ کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے مولانا موصوف انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کویت کے امیر ہیں اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جائے۔ حالانکہ قادیانیوں کو عرصہ ہوا پاکستان میں قانونا“ اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔ معلوم نہیں مولانا سے غصہ میں چُوک ہوئی ہے یا ان کے قلب و نظر کی طرح ان کے دامنِ معلومات کی وسعت ہی اتنی ہے۔

مولانا موصوف نے قادیانیوں کے ساتھ پرویزیوں کو بھی کافر قرار دینے کی سفارش کی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پرویزی کون ہیں؟ کیا یہ کسی فرقہ کا نام ہے۔ جس طرح دوسرے فرقوں کے لوگ خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اہل حدیث ہیں یا اہل سنت اسی طرح کیا کوئی گروہ یا فرد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں پرویزی ہوں؟

اگر قارئین ذرا بنظرِ تعمق دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس مصیبت کی اصل وجہ کیا ہے جس سے یہ حضرات خود بھی اس قدر ضیق میں رہتے ہیں اور قوم کو بھی

پریشانی میں مبتلا رکھتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ بدقسمتی سے یہ حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جو شخص علوم شریعت کی کچھ واقفیت حاصل کر لے' اسے دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں' خصوصی حقوق اور اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں۔ جو شخص ان کے ان (خود فرض کردہ) حقوق و اختیارات کو تسلیم کرے' وہ ان کے نزدیک پکا اور سچا مسلمان ہوتا ہے۔ جو انہیں تسلیم نہ کرے' وہ دین کا سب سے بڑا دشمن ہوتا ہے۔ اس سے انہیں سخت غصہ آجاتا ہے۔ یہ ان کی' ایک دوسرے کے خلاف باہمی جنگ و جدال اور فتویٰ بازی ان کے اسی غم و غصہ کے مظاہرات ہوتے ہیں۔ جو شخص ان کے ان حقوق و اختیارات کے متعلق کچھ نہیں کہتا' یہ اس کے خلاف کبھی لب کشائی نہیں کرتے' خواہ وہ عقائد کے لحاظ سے کیسا ہی بے دین اور اعمال کے اعتبار سے کیسا ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہو۔ قرآن کریم جس مذہبی پیشوائیت کو ختم کرنے کے لئے آیا تھا وہ' انہی خصوصی حقوق و اختیارات کا تصور تھا۔

قرآن کی رو سے امت کو قوانین خداوندی کے مطابق چلانے کے اختیارات صرف اسلامی حکومت کو حاصل ہوتے ہیں۔ وہی مسلم اور غیر مسلم کے حدود امتیاز مقرر کرتی ہے۔ وہ اپنے اختیارات میں سے کچھ اپنے افسران ماتحت کو تفویض کر دیتی ہے۔ قاضی' مفتی وغیرہ اسلامی حکومت کے افسران ماتحت (یا منصب دار) ہوتے تھے۔ انہی کو یہ اختیارات دیئے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ کوئی اپنے آپ کو ان اختیارات کا مالک نہیں سمجھتا تھا۔ اس وقت ان حضرات کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ (مثلاً) جب گورنر کوفہ نے امام ابو حنیفہؒ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا تو

"ایک دن آپ گھر میں بیٹھے تھے۔ ان کی لڑکی نے پوچھا کہ میں آج روزہ سے ہوں۔ دانتوں سے خون نکلا اور تھوک کے ساتھ گلے سے اتر گیا۔ روزہ جاتا رہا یا باقی رہا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جان پدر! اپنے بھائی حماد سے پوچھ۔ میں افتاء سے منع کر دیا گیا ہوں۔" (سیرۃ النعمان۔ علامہ شبلی)

حضرت امام اعظمؒ کی احتیاط کا تو یہ عالم تھا اور اب ان کے نام لیواؤں کی یہ حالت ہے کہ نہ اسلامی حکومت ہے اور نہ یہ اسکے مناصب دار ہیں۔ نہ انہیں کسی نے کوئی اختیارات تفویض کئے ہیں' نہ اقتدارات۔ لیکن کیفیت ان کی یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو دوسروں کے کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے کی اتھارٹی سمجھتے ہیں۔ یہ ہے وہ غلط فہمی جس میں یہ حضرات بدقسمتی سے مبتلا ہیں اور جس کی وجہ سے ساری امت ایک عجیب مصیبت میں گرفتار ہے۔ ان کے اس جذبہ کی

"محرک خواہ تنگ نظری ہو نیک نیتی کے ساتھ۔ یا خود غرضی اور حسد اور نفسانیت ہو بدنیتی کے ساتھ' بہرحال اس نے مسلمانوں کی جماعت کو جتنا نقصان پہنچایا ہے' شاید کسی اور چیز نے نہیں پہنچایا۔" (سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیمات حصہ دوم)

آخر میں "مولانا" موصوف تجویز پیش کرتے ہیں کہ

"حکومت فوری طور پر سرکاری دارالافتاء کا قیام عمل میں لائے جو ایک آزاد اور خود مختار ادارے کی حیثیت سے کتاب و سنت کی روشنی میں فیصلے کرے۔ جس میں ہر مسلک اور مکتب فکر کے علماء کی نمائندگی ضروری ہو۔"

لیجئے صاحب بلی تھیلے سے باہر آگئی۔ ایسا دارالافتاء چاہئے جو مطلقاً" آزاد اور خودمختار ہو۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مختلف مکاتب فکر کے علماء جو ایک دوسرے کو پہلے ہی کافر قرار دے چکے ہیں کس طرح ممکن ہو گا کہ ان سے متفقہ فتویٰ حاصل کر لیا جائے۔ اگر مولانا موصوف کی تجویز مان بھی لی جائے تو اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ نہ نو من تیل ہو گا اور نہ رادھا ناچے گی۔

یاد رکھئے! اسلام اور مسلمانوں کی بہبود کی ایک ہی شکل ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے معتقدانہ جذبات اور تعصبات سے ہٹ کر حقائق کا سامنا کرنا سیکھیں۔ جس دن ہم میں اس کی صلاحیت پیدا ہو گئی اس دن ہمیں یہ حقیقت بھی نظر آجائے گی کہ سنت رسولؐ اللہ کے مطابق ہم اپنے معاملات کو صرف قرآن کریم کی روشنی میں طے کریں اور اس بات کو کبھی اپنے راستے میں روک نہ بننے دیں کہ ہمارے ہاں کیا ہوتا چلا آرہا ہے۔

-:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقد و نظر

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد کے "ادارہ تحقیقات اسلامی" کے زیراہتمام 18 اپریل تا یکم مئی 1997ء کو برصغیر میں مطالعہ قرآن' کے موضوع پر ایک چار روزہ سیمینار منعقد ہوا تھا جس میں ملک بھر کی جامعات' دینی مدارس اور دیگر علمی حلقوں کے محققین نے شرکت فرمائی تھی۔ اس سیمینار میں پڑھے گئے مقالات میں سے سولہ مقالات کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے سہ ماہی مجلہ فکر و نظر' کے حالیہ شمارہ (نمبر 3' 4) میں شائع کیا گیا ہے اور یہی شمارہ ہمارے زیر نظر ہے۔ مذکورہ بالا سولہ مقالات میں سے صرف ایک مقالے میں علامہ غلام احمد پرویز کی قرآن فہمی کے سلسلہ میں خدمات کا ذکر آیا ہے۔ "برصغیر کے حوالے سے خدمات لغات القرآن کا تحقیقی جائزہ" ڈاکٹر فضل احمد نے لیا ہے جو کہ شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ مقالہ مذکورہ میں عربی' فارسی' انگریزی' اردو' سندھی و ہندی زبانوں میں تحریر کی گئی تمام چھوٹی بڑی لغات کا تذکرہ ہے لیکن پرویز صاحب کی لغات القرآن کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح مقالہ بعنوان "برصغیر میں مطالعہ قرآن۔۔ تراجم و تفاسیر" میں "مطالب الفرقان" کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ "قرآن فہمی کے تفسیری کام کا جائزہ" ڈاکٹر عبدالرشید رحمت کا نتیجۂ فکر ہے۔ اس مقالہ میں انہوں نے شاہ ولی اللہ سے لے کر امین احسن اصلاحی تک کے تفسیری کام کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ اسی مقالہ میں پرویز صاحب کی قرآن فہمی کی مساعی اور تفسیری خدمات کو بھی مختصراً" زیر بحث لایا گیا ہے۔

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ "آپ (پرویز صاحب) نے قرآن حکیم کے حوالہ سے چار ضخیم کتابیں پیش کیں۔ 1- لغات القرآن 2- تبویب القرآن 3- مفہوم القرآن اور 4- معارف القرآن۔"

ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ پرویز صاحب نے پچاس سے اوپر کتابیں تصنیف کیں جو کہ تمام کی تمام مطالعہ قرآن کریم ہی کے زمرہ میں آتی ہیں۔ نیز ڈاکٹر صاحب نے جس ضخیم کتاب کا نام "معارف القرآن" لکھا ہے وہ دراصل کسی ایک کتاب کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن فہمی پر مشتمل ایک سلسلۂ زریں ہے جس میں متعدد کتب شامل ہیں۔ مقالہ زیر بحث کے درج بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے پرویز صاحب کی کتب کا مطالعہ کماحقہ' نہیں کیا بلکہ ان کی چند کتب کی محض سرسری ورق گردانی کی ہے۔ وہ دو صفحات پر مشتمل بحث کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ "پرویز صاحب کی ساری اصول پسندی لفظی اور نظری طور پر بہت خوب ہے۔ ان کی کتب کے بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ اکثر اوقات اپنے وضع کردہ اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں"۔

پرویز صاحب کے (مزعومہ) تضادِ افکار کی مثال پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ "جناب پرویز صاحب یہ تسلیم

کرتے ہیں کہ موجودہ اناجیلِ اربعہ محرف اور ناقابل اعتماد ہیں۔ اس موضوع پر آپ کی مستقل کتاب "مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں" معیاری سمجھی جاتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے یا باپ سے پیدا ہونے کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے بالآخر وہ محققین یورپ کا دامن تھامتے ہیں۔ وہ قرآن سے پہلے اناجیل اور دیگر ماخذ پر اعتماد کرنے کیلئے مجبور ہیں"۔

فاضل محقق کہنا یہ چاہتے ہیں کہ پرویز صاحب قرآن کریم کی روشنی میں حضرت عیسیٰ کے بن باپ یا باپ سے پیدا ہونے کے متعلق کسی فیصلہ تک نہیں پہنچ پاتے تو مجبور ہو کر انہیں اناجیل کی طرف رجوع کرتے ہیں جنہیں وہ محرف اور ناقابل اعتماد قرار دے چکے ہیں۔

ہماری ڈاکٹر صاحب سے مودبانہ عرض ہے کہ آپ نے یہ کیسے طے کر لیا کہ قرآن کریم کی روشنی میں حضرت عیسیٰ کے بن باپ یا باپ سے پیدا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے۔ پرویز صاحب کے مطالعہ قرآن کا طریق یہ ہے کہ پہلے قرآن کریم سے فیصلہ لیا جائے بعد ازاں اس کی تصدیق دوسرے ذرائع سے ہوتی ہے تو یہ سونے پر سہاگہ ہے۔ قرآن کریم کے رہنما اصولوں کی روشنی میں یہ نتیجہ باسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے تو احادیث کی رو سے بھی ثابت کیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم باپ سے پیدا ہوئے تھے۔ مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا عنایت اللہ اثری وزیر آبادی کی تصنیف "عیونِ زمزم فی ولادتِ عیسیٰ ابنِ مریم" سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

"اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ (انعام) اللہ پاک کا ولد کیسے کہ اس کی بیوی نہیں۔ اگر مرد ہے اور عورت نہیں یا کہ عورت ہے مرد نہیں و تولد کا کوئی امکان نہیں' دونوں جمع ہو کر ملاپ کریں تو تولد کا امکان ہے' ورنہ ہرگز نہیں۔

حافظ ابن قیمؒ نے تحفۃ المولود میں فرمایا ہے کہ "بچہ عورت اور مرد دونوں کے نطفہ سے تیار ہوتا ہے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ نہیں صرف مرد کی منی سے تیار ہوتا ہے تو وہ غلط کہتا ہے کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ انسان کو غور لازم ہے کہ وہ ایسے پانی سے پیدا ہوا ہے جو کہ دافق ہوتا ہے اور وہ مرد کی پشت کی ہڈیوں اور عورت کی سینہ کی ہڈیوں سے نکل کر عورت کے رحم میں قرار پاتا ہے"۔ اس آیت کریمہ کا ترجمہ عبداللہ بن عباسؓ سے ایسا ہی مروی ہے اور کلبی اور مقاتل اور سفیان جیسے ذی علموں نے بھی ایسا ہی بیان فرمایا ہے بلکہ دیگر تمام مفسرین کا بھی یہی بیان ہے اور ترجمہ مذکورہ احادیث کے بھی مطابق ہے اور اللہ پاک کی سنت بھی اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ نر و مادہ سے حیوان کو پیدا فرماتا ہے' صرف ایک سے پیدائش کا کوئی ضابطہ الٰہی نہیں ولہٰذا قال اللہ تعالیٰ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ فان الولد لا یکون الا من بین الذکر و صاحبته۔ اسی لیے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ اس کے لیے ولد کیسے کہ اس کی بیوی نہیں جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ولد کے لیے زوجین کا ہونا ضروری ہے بلکہ مباشرت بھی ضروری ہے ال عمران' ھود' مریم ملاحظہ ہوں۔ احد الزوجین سے ولد خلاف قانون الٰہی ہے جس کا کوئی امکان نہیں۔"

اب ملاحظہ فرمائیے پرویز صاحب کا موقف ابن مریم کے متعلق۔

"اس کے بعد آیئے ابن مریم کی طرف۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حضرت عیسیٰؑ کو ابن مریم کہہ کر پکارا گیا ہے۔ (مثلاً 2:87, 2:253, 4:157, 5:112-116) حضرت عیسیٰؑ کی بن باپ کے پیدائش کے قائل اپنے

...تائید میں ایک دلیل یہ بھی لایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابن مریم کہہ کر پکارا ہے ان کے باپ کی طرف نہیں۔ سامی اقوام کے ہاں یہ رواج تھا کہ ماں اور باپ میں سے جو زیادہ مشہور ہو ان کی اولاد کی نسبت اس کی طرف کرتے تھے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ (اور حضرت ہارون) کے والد کا نام کہیں نہیں آیا۔ جہاں ضرورت پیش آئی "ام موسیٰؑ" کہا گیا ہے (مثلاً 28:7) حتیٰ کہ حضرت موسیٰؑ کے بھائی، حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کو "ابن ام"۔ "میری ماں کے بیٹے" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں (20:94. 7:150) تو کیا اس سے بھی یہ سمجھا جائے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے؟ تاریخ میں دیکھئے۔ سادات کی جو پہلی سلطنت قائم ہوئی تھی، اسے "بنی فاطمہ" کی سلطنت کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کی جو اولاد حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی وہ بنی فاطمہ کہلائی۔ ان کی جو اولاد دوسری بیویوں کے بطن سے پیدا ہوئی انہیں علوی کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کے ایک بیٹے کا نام محمد تھا لیکن وہ ابن الحنفیہ کی کنیت سے مشہور ہیں (حنفیہ ان کی والدہ کا نام تھا)۔ نبی اکرمؐ کی صاحبزادی زینبؓ کی بیٹی (امامہ) بنی زینب کی کنیت سے متعارف ہیں۔ اپنے والد، ابوالعاص کی نسبت سے نہیں۔ اس قسم کی متعدد مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں۔ خود ہمارے ہاں (بالخصوص دیہات میں) ابھی تک یہ رواج ہے کہ خاوند اور بیوی میں سے جو زیادہ مشہور ہو، ان کی اولاد کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔۔۔ "غلام رسول"۔۔۔ کیہڑا غلام رسول۔ (کون غلام رسول)۔ "اوہ عیشاں دا پتر"۔ (وہ عائشہ کا بیٹا)۔

"حضرت عیسیٰؑ کے ماں باپ میں سے، ان کے والد، یوسف نجار کا نام صرف اناجیل میں ملتا ہے۔ اس سے زیادہ ان کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا۔ ان کے برعکس (حضرت) مریم کی شہرت (اس زمانے میں بھی اور اس کے بعد آج تک) ساری دنیا میں ہے۔ اور ہیکل کے پیشواؤں کا ٹکراؤ ہی حضرت مریمؑ کے ساتھ تھا۔ بناء بریں حضرت عیسیٰؑ کو ابن مریم کہہ کر ہی پکارا جا سکتا تھا۔ وہ ابن یوسف کی کنیت سے پہچانے ہی نہ جاتے۔"

(مطالب الفرقان جلد چہارم، صفحہ 19)

محسوس یوں ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے "مطالب الفرقان" نہیں گذری۔ اگر انہوں نے "مطالب الفرقان" کا مطالعہ کر رکھا ہوتا نیز ان کا اپنا عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونے کے متعلق اس قدر راسخ نہ ہوتا تو ان کو پرویز صاحب کے افکار میں تضاد نظر نہ آتا۔

پرویز صاحب روایات و احادیث کو وہ مقام نہیں دیتے جو منزل من اللہ وحی الٰہی کو حاصل ہے۔ اس کے باوجود ان کی کتب میں جا بجا احادیث کے حوالے ملیں گے۔ کیا اس سے بھی ان کے ہاں تضاد افکار کی نشان دہی ہوتی ہے؟

اگر نظریہ حدیث یہ ہو کہ جو احادیث قرآن کے خلاف ہوں ان کو رد کر دیا جائے اور جو قرآن سے نہیں ٹکراتیں ان کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ اسکے بعد اگر قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق کی تصدیق احادیث سے کی جائے تو کیا یہ تضاد افکار سمجھا جائے گا؟

ڈاکٹر صاحب جو کہ Ph.D ہیں اور جامعہ کراچی کے شعبہ علوم اسلامی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں ان کی تحقیق کا اگر معیار یہ ہے تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

(ادارہ)

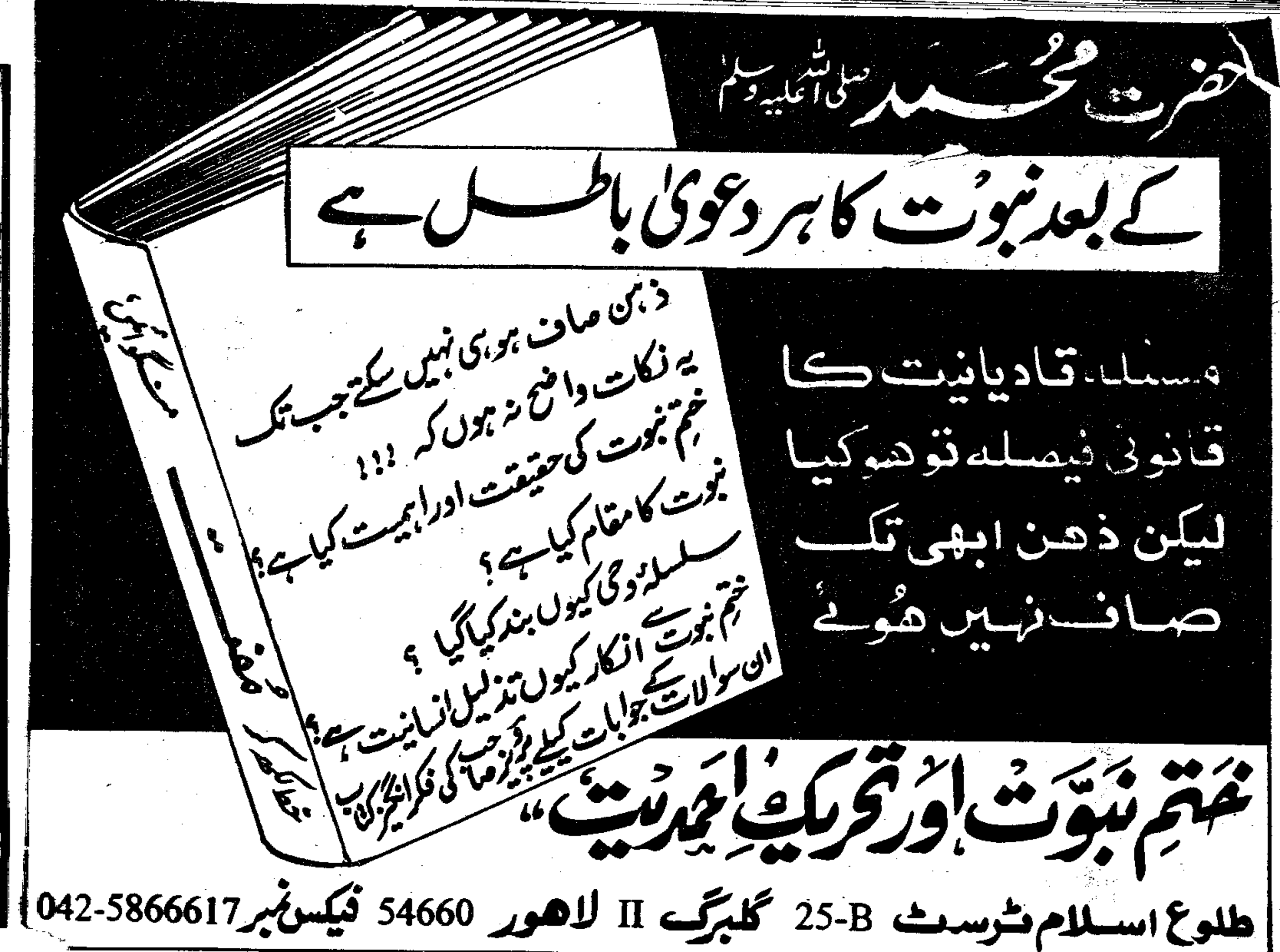
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ باطل ہے
مسئلہ قادیانیت کا
قانونی فیصلہ تو ہو گیا
لیکن ذہن ابھی تک
صاف نہیں ہوئے
ذہن صاف ہو ہی نہیں سکتے جب تک
یہ نکات واضح نہ ہوں کہ !!!
ختم نبوت کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے؟
نبوت کا مقام کیا ہے ؟
سلسلۂ وحی کیوں بند کیا گیا ؟
ختم نبوت سے انکار کیوں تذلیل انسانیت ہے؟
ان سوالات کے جوابات کیلئے پڑھئے
"ختمِ نبوت اور تحریکِ احمدیت"
طلوع اسلام ٹرسٹ 25-B گلبرگ II لاہور 54660 فیکس نمبر 042-5866617

اگست 1999ء

کتاب	سلوفائٹ
وم القرآن (مکمل سیٹ)	
پارے۔ فی پارہ)	
وم القرآن (مکمل سیٹ مجلد)	
ین جلدوں میں۔ فی جلد)	
ات القرآن (مکمل سیٹ مجلد)	
ر جلدوں میں (فی جلد)	
یب القرآن (مجلد)	
الب الفرقان (مکمل سیٹ - سورہ فاتحہ تا سورہ الحجر)	800/=
الب الفرقان (جلد اول)	110/=
الب الفرقان (جلد دوم)	110/=
مطالب الفرقان (جلد سوم)	120/=
مطالب الفرقان (جلد چہارم)	140/=
مطالب الفرقان (جلد پنجم)	110/=
مطالب الفرقان (جلد ششم)	110/=
مطالب الفرقان (جلد ہفتم)	100/=
من ویزداں	125/=
ابلیس و آدم	125/=
جوئے نور	110/=
برق طور	110/=
شعلہ مستور	110/=
معراج انسانیت	200/=
مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں	70/=
انسان نے کیا سوچا؟	125/=
اسلام کیا ہے؟	110/=
کتاب التقدیر	125/=
جہان فردا	110/=
شاہکار رسالت	200/=
ام ربوبیت	125/=
ل کی حقیقت	125/=
ی قوانین	70/=

سلیم کے نام خطوط (جلد اول)	85/=	170/=
سلیم کے نام خطوط (جلد دوم)	80/=	160/=
سلیم کے نام خطوط (جلد سوم)	100/=	200/=
طاہرہ کے نام خطوط	70/=	140/=
ختم نبوت اور تحریک "احمدیت"	90/=	180/=
حسن کردار کا نقش تابندہ (سیرت قائداعظمؒ)	--	60/=
اقبال اور قرآن (جلد اول دوم)	200/=	400/=
مجلس اقبال- شرح مثنوی اسرار و رموز	170/=	340/=
مجلس اقبال- شرح مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق		100/=
قائداعظمؒ کے تصور کا پاکستان	110/=	220/=
بہار نو (مجموعہ مقالات و خطبات)	120/=	240/=
Islam: A Challenge to Religion	125/=	250/=
Expostion of the Holy Quran. Vol.1 (Upto Sura Al-Kahaf)	--	450/=
Reasons for Decline of Muslims	--	100/=
Islamic Way of Living	40/=	50/=
اسلامی معاشرت	30/=	75/=
اسباب زوال امت	20/=	60/=
جہاد	--	60/=
خدا اور سرمایہ دار	100/=	200/=
سلسبیل (مجموعہ مقالات و خطبات)	110/=	220/=
فردوس گم گشتہ (مجموعہ مقالات و خطبات)	110/=	220/=

متفرق کتب

مقام حدیث	70/=	140/=
قرآنی فیصلے (جلد اول)	200/=	400/=
قرآنی فیصلے (جلد دوم)	200/=	400/=
قتل مرتد، غلام اور لونڈیاں اور یتیم پوتے کی وراثت	--	60/=
مزاج شناس رسول	100/=	200/=
ابلہ مسجد	140/=	--
تحریک پاکستان اور پرویز	150/=	300/=
نوادرات	140/=	--
The Pakistan Idea	--	120/=
Woman Recreated	--	120/=

❁❁❁❁❁

نوٹ:- طلوع اسلام ٹرسٹ کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدنِ قرآنی فکر عام کرنے پر صرف ہوتی ہے۔
(ان قیمتوں میں ڈاک اور پیکنگ کا خرچہ شامل نہیں- یہ قیمتیں کسی وقت بھی تبدیل کی جا سکتی ہیں۔)

پاکستان میں
علامہ غلام احمد پرویزؒ
کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
اسلام آباد	برمکان 302 سٹریٹ 57 - سیکٹر F 11/4 رابطہ: جناب انعام الحق ملک صاحب فون: 290900	بروز اتوار	ساڑھے 10 بجے صبح
ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیمال۔ رابطہ: گل بہار صاحب	بروز منگل	4 بجے شام
ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیمال۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین	ہر روز	عندالطلب
اوکاڑہ	برمکان احمد علی A-180 شادمان کالونی رابطہ: شیخ احسان الحق فون: 520258/520270	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
بوریوالا	برمکان محمد اسلم صابر۔ مرضی پورہ گلی نمبر5 رابطہ: فون: 55438	پہلا اور تیسرا اتوار	3 بجے دوپہر
بوریوالا	رہائش گاہ ڈاکٹر محمد اسلم نوید فون. 54590	دوسرا اور چوتھا جمعہ	ساڑھے 3 بجے
بہاولپور	ریحان چپل سٹور مچھلی بازار رابطہ: بشیر احمد فون 876785	جمعۃ المبارک	2 بجے بعد دوپہر
پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثانی صاحب ایڈووکیٹ۔ کابلی بازار۔ رابطہ فون: 840945	ہر بدھ و جمعہ	5 بجے شام
پشاور	اکبر پورہ۔ محلہ گڑھی زرداد رابطہ: محترم لیاقت علی طاہر فون: 2990190	بروز ہفتہ	8 بجے شام
پشاور	برمکان ابن امین فقیر آباد	جمعۃ المبارک	4 بجے شام
...محل	مکان نمبر140/139- مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا اتوار	9 بجے صبح
...کی	برمطب حکیم احمد دین	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
...	برمکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد' جی۔ ٹی روڈ	اتوار	9 بجے صبح
...پور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	10 بجے صبح
...ت	ڈیرہ میاں احسان الٰہی کونسلر بلدیہ پیر ہٹہ بازار	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
215 ای-بی	شاہین پٹرولیم' اڈا کوارٹر	اتوار	9 بجے صبح

شہر	مقام	دن	وقت
17- حیدر آباد	محترم ایاز حسین انصاری B-12، حیدر آباد ٹاؤن، فیز نمبر 2 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر -- رابطہ فون۔ 654906	جمعتہ المبارک	بعد نماز عصر
18- خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان، محلہ نظام آباد، وارڈ نمبر 9 خان پور، ضلع رحیم یار خان۔ زبانی درس و تدریس کا سلسلہ	ہر اتوار ہر جمعہ	شام 6 بجے 3 بجے
19- دائرہ دین پناہ	(تحصیل کوٹ ادو) دفتر نزد P/O رابطہ فون: 480190، درس کے علاوہ لائبریری کھلی رہتی ہے۔	بروز اتوار	11 بجے صبح
20- راولپنڈی	فرسٹ فلور، کمرہ نمبر 114، فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک رابطہ۔ چوہدری نثار احمد۔ فون: 051-74752-542985	جمعتہ المبارک اتوار	4 بجے شام 4 بجے شام
21- سرگودھا	60- اے سول لائنز، ریلوے روڈ۔ رابطہ فون: 720083	جمعہ	5 بجے شام
22- سرگودھا	B-4 گلی نمبر 7 بلاک 21 نزد کی مسجد چاندنی چوک رابطہ: ملک محمد اقبال فون (711233)	منگل	7 بجے شام
23- فیصل آباد	23- سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک۔ فون: 720096	ہر جمعتہ المبارک	3.30 بجے شام
24- کراچی	105- سی بریز پلازہ، شاہراہ فیصل رابطہ کرنل خان ادیب احمد۔ فون: 4550546-4558498	اتوار جمعہ	9.30 بجے صبح 5 بجے شام
25- کراچی	ڈبل سٹوری نمبر 16 گلشن مارکیٹ، 36/C ایریا کورنگی 5 رابطہ محمد سرور، فون: 312631-5046409 درس کے علاوہ بھی لائبریری کھلی رہتی ہے۔	اتوار بروز جمعہ	11.30 بجے صبح بعد نماز مغرب
26- کراچی صدر	ہوٹل جبیس ہال۔ عبداللہ ہارون روڈ کراچی رابطہ: محمد اقبال، فون 5892083	اتوار	10 بجے صبح
27- کراچی لانڈھی	مجاہد ڈیری فارم، پی۔ ایم۔ ٹی۔ ف روڈ۔ لانڈھی رابطہ: آصف جلیل۔ فون نمبر: 5801701	ہر جمعتہ المبارک	3 بجے دوپہر
28- کراچی	بر رہائش معین الدین، مکان نمبر 1070، بالمقابل پراچہ ہسپتال محمد پور، قصبہ اسلامیہ کالونی نمبر 1، رابطہ فون: 6657224-666613	ہر اتوار	دوپہر 3 بجے
29- کوہاٹ	بر مکان شیر محمد، نزد جناح لائبریری	اتوار	8 بجے صبح
30- کوئٹہ	صابر ہوم فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ فون: 825736	اتوار	4 بجے شام
31- گوجرانوالہ	شوکت نرسری گل روڈ، سول لائنز	جمعتہ المبارک	بعد از نماز جمعہ

شہر	مقام	دن	وقت
32- گجرات	مرزا ہسپتال' کچہری روڈ	جمعرات	3 شام
33- گھوئیکی' سیالکوٹ	برمکان محمد حسین گھمن	ہر ماہ پہلا اتوار	صبح 9 بجے
34- لاہور	25-بی گلبرگ II (نزد مین مارکیٹ)	اتوار	9 بجے صبح
35- لاہور	سرسید میموریل لائبریری' متصل کلینک ہومیو	ہر جمعۃ المبارک	ساڑھے 7 بجے شب
	ڈاکٹر محمد سعید چودھری' گرلز کالج شاپ' جی ٹی روڈ' باغبانپورہ		
	رابطہ فون: 6854528		
36- لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ مسجد محلہ جاڑل شاہ' فون 42714	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
37- ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	جمعۃ المبارک	5 بجے شام
38- مامون کانجن	برمکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک 509 گ ب	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
	رابطہ فون: 345-04610		
39- منگورہ سوات	ڈیرہ اقبال ادریس' عقب مہران ہوٹل گرین چوک	ہر جمعہ	بعد نماز جمعہ
	فون: 710917		
40- نواں کلی' صوابی	رابطہ سید الطاف حسین ٹیچر	اتوار	صبح 10 بجے
41- رانی پور	اوطاق ڈاکٹر سلیم سومرو	جمعۃ المبارک	بعد نماز عشاء
	سومرو محلہ رابطہ شفیع محمد سومرو		
42- واہ کینٹ	برمکان ایم یعقوب محمود' B-336/5' لین نمبر 7	بروز بدھ	بعد نماز عصر
	نزد گرلز ہائی سکول نمبر 8' لالہ رخ' فون: 0596-511621		
43- میانوالی	برمکان حاجی اعظم خان واںڈھی گھنڈ والی فون: 33647	اتوار	صبح 9 بجے
44- عارف والہ	ڈاکٹر ارشاد احمد دانش' کلینک چک نمبر 117/EB	دوسری' چوتھی جمعرات	بعد نماز عشاء

علامہ غلام احمد پرویزؒ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔ تحریک طلوع اسلام سے متعلق استفسارات مندرجہ بالا مقامات پر موجود کارکنان تحریک کے حوالہ کیجئے۔ جواب ادارہ سے براہ راست دیا جائیگا۔

DARS-E-QURAN IN FOREIGN COUNTRIES

CANADA	627 The West Mall, Suit-1505 Etobicoke, ONT M9C 4W9 Ph. (416) 245-5322	First Sunday of the Month	1100 Hrs
DENMARK	Mr. M. Afzal Khiliji Gammel Kongevej, 47, 3.th, 1610 Kohenhavn V	Last Saturday of the Month	1900 Hrs
NORWAY	Galgeberg, 4th Floor Trosvik Snippen-3 1670, Fredrikstad	Every Sunday	1200 Hrs
ENGLAND	76 Park Road, Ilford Essex London Ph. 0181-553-1896	First Sunday of the Month	1430 Hrs
ENGLAND	72 Herent Drive Clayhall, Iiford Essex - London Contact: Mrs. Rubina Khawja 0181-550-3893 or Mrs. Surraya Farhat 0181-553-1896 (Halqa-e-Khawateen London Bazam)	Last Sunday of the Month	1430 Hrs

Why I am not a Christian!

[4]

By

Dr. Shabbir Ahmed M.D. (Florida)

****

Chapter V. SOME OBJECTIONS TO ISLAM

After me, quotes will be attributed in my name. It will be your sacred duty to check them with the Qur'an. Toss them away if those quotations disagree with it.

(Muhammad, the Exalted)

2

****

Now we will address some objections and criticism that our Christian brothers and sisters raise about Islam. Some of these objections may have been answered in the last four chapters. The Christian criticisms of Islam, in my experience is mostly based on

1. Wrong translations of the Qur'an.
2. Books of history and tradition, which were written in or after the 3rd century since the Holy Messenger's life. Many statements and narrations in those books are certainly erroneous and do not stand up to the Criterion i.e. the Qur'anic testimony.
3. Cultural, dogmatic and unIslamic practices of Muslims.

The Truth is lost in fable and legend.

The Ummah is lost in history and tradition.

---Sir Iqbal---

So much so that even non-Muslims have been lost in our fable and legend. I reiterate that any historical narrative or prophetic tradition that contradicts the Criterion could not have originated from the word or act of the Holy Messenger. He said, **"After me, quotes will be attributed in my name. It will be your sacred duty to check them with the Qur'an. Toss them away if those quotations disagree with it."** Any of the readers disagreeing with this fundamental principle are sincerely advised to read no further. It will save them time and heart-burn.

I earnestly request my Muslim brothers and sisters, especially Islamic scholars, to allow me to answer these objections in the light of the Holy Qur'an. Those who do not accept it as the Final Word of God should feel free to honor me with their verdicts of infidelity. My stand is that if a narration or action attributed to the Holy Messenger centuries after him, contradicts the Qur'an, we cannot ascribe it to the Holy Messenger. He could never have said or done anything contrary to the Qur'an which describes him as the best in conduct and "the best role model for humanity." On the other hand prophetic traditions that agree with the Holy Qur'an, are certainly a great treasure of wisdom, knowledge and guidance for all people.

1. Islam was spread by sword.

A. See Chapter III again. Muslims today are weak all over the globe, yet Islam is spreading faster than any other religion. "The legend of fanatical Muslims sweeping through the world and forcing Islam at the point of the sword is the most fantastically absurd myth that historians have ever repeated." *(De Lacy O'Leary, Islam at the Cross-Roads, London, 1923.)*

2. Muslims are Muhammadans and they worship Allah, a strange God.

A. Muhammad, the Exalted, was not the founder of Islam. The founder of Islam is no one but God Himself. Allah is the same God as was described by Noah, Abraham, Moses and Jesus. Allah's revelation has always been Islam to all prophets.

3. Prophet Muhammad is resting in the earth while Jesus ascended to the heavens. So, who is superior?

A. The Qur'an does not mention that Jesus was raised up in body. 4:157 describes that he was saved from the cross. 3:55 points to his physical death, absolving him of all slander and honoring him. 9:33 again tells of his physical death. And if God is Omnipresent, ascension to Him becomes meaningless.

4. Men will get the heavenly "beauties, Hoors" in Paradise. What will become of women?

A. "Hoors" in the Qur'an refers to intelligent and virtuous companions, male or female.

5. The Qur'an states that men will be seated with their wives in bountiful atmosphere. Why doesn't it say that women will be seated with their husbands?

A. This is an excellent example of wrong translation. "Azwaj" does not mean wives. Azwag stands for couples or companions. The dwellers of paradise, "there for them are pure companions" (4:57).

6. Things you call pillars of Islam such as prayers, fasting, poor-due and pilgrimage are failing to improve the lot of Muslims world-wide. Why don't they stop and think?

A. You are right! Muslims should stop and think. Millions upon millions are steadfastly going through rituals of worship:

a. The Muslim is praying. He is not establishing Salat. which is closely tied up to establishing a society which guarantees the Qur'anic order. where no one sleeps hungry and social and economic justice prevails in the society (107:1-7).

b. The Muslim is fasting i.e. he is periodically abstaining from food and drink in the month of Ramadhan. He is not observing Saum. which entails perseverance. self-control, building of character and establishment of the Divine Rule on earth (2:185).

c. Poor-due is being given by affluent people as 2 1/2% of the prescribed amount of wealth. The Muslim is forgetting that Allah ordains him to spend for the community all that is more than his needs (2:219).

d. Pilgrimage or Hajj has become a massive ritual instead of being a dynamic step toward the unity of all mankind.

Thank you for bringing up a very important point!

7. What kind of a religion is Islam? The entrance to this building is open but there is no exit. If someone wants to get out of it or if your Ulema disapprove of the dogmatic faith of a person, he is declared a heretic and thereby executed.

A. The Qur'an invites people with reason (12:100). It clearly states "There is no compulsion in religion" 4:137. If you come across reports about the execution of certain "heretics", either that report would be false or it would be a wrong non-Qur'anic act of someone corrupt in political or religious power.

8. I am from India. I believe in Jesus as the son of God but I serve the shrines of Khwaja Ajmeri and Nizamuddin Aulia. I stay there for days and weeks leaving my home and family. Even then Muslims and Hindus call me "Christian."

A. There is no Rahbaniah (monasticism or mysticism) in Islam, said the Holy Messenger. Sir Iqbal on the authority of the Qur'an and the Holy Messenger reiterated. "Tasawwuf (Mysticism and Monasticism) is an alien plant in the soil of Islam."

9. Look at the glory of Jesus! Even for Muslims he will descend from the Heavens. Your prophet can do nothing without him.

A. It is amazing to notice that the followers of all religions keep waiting for the coming of a "promised one." Hindus are waiting for "Kalanki Autar", Jains for "Mahavira Tri Thankra". Buddhists for "Meeta". Zoroastrians for "Mithra". Jews are looking for the "true Messiah" and Christians for the second coming of Jesus!

According to the Qur'an. Deen (Religion) has been perfected (6:116). The last messenger Muhammad the Exalted has been sent (33:40). The complete code of life has been perfected and saved in the Final Word of God i.e. Al-Qur'an. The Book does not even mention the advent of another message-bearer in any form be it Jesus or

anyone else. And common sense tells us there is no need for anyone to come since the Guidance, Al-Qur'an, is present in its original perfect form among us (15:9).

The dogma of a "promised one" is the invention of defeated minds.

People and nations lacking in self-confidence and self-esteem try to find solace in the thought that someone will eventually come and raise them to glory!

A quick reminder here would not be out of place that if any historical narratives or traditions speak about the second advent of Jesus or a promised one, those narratives and traditions are non-Quranic. They must be considered as fabrications or blind following of sources foreign to Islam.

10. It is claimed that the Qur'an is unchanged since its origin but don't Muslims believe that some of its verses have been rescinded?

A. Not one verse in the Book has been rescinded or revoked. This claim is one of the most shameful conspiracies against the Book. In 2:106, where it is stated that Allah brings new verses in place of others, the meaning is clear. All it indicates is that the former Divine books and commands have been updated in the Final Book, the Qur'an.

11. Islam is the only religion that ordains four wives.

A. Nothing can be further from the truth. There is only one verse in the Qur'an where the possible number of wives is described. It reads, "If you fear that you will not be able to do justice to orphans marry among permissible women two, three, four" (4:3).

It is very clear in this verse that if tumultuous and emergent circumstances afflict a society too many children may be left fatherless. It happens in times of wars, revolutions, and mutinies that the society may not be able to do justice with the orphans. Under those circumstances it will be the duty of the state to declare emergency and try to provide the secure life of home to these orphans. Under those circumstances some men will be encouraged to marry more than one wife; those men who will prove that they could be just and equitable to their wives and family. This provides the shelter of home to widows and orphans in an amicable manner. Muslims who marry more than one wife under normal circumstances violate the Qur'anic rule of monogamy.

Again if a tradition or the act of some "pious" person is presented to try to distort this clear ordinance of the Qur'an it should be discarded as being contrary to the Qur'an.

It is noteworthy that the Holy Messenger and some of his companions married more than one wife in times of social and military turbulence. In addition to slain men, there were examples where a woman would embrace Islam and her husband would not. The Qur'an does not allow a Muslim woman to marry or remain in marital contract with a non-Muslim. That had created a large number of divorced women.

Also interesting to note is the fact that when millions and millions of men were killed in World War II, innumerable European scholars and politicians strongly suggested that men of sound financial and emotional health be allowed to marry two or three wives to save the society from chaos!

12. Your Prophet's traditions say outrageous things such as rats are the lost tribes of the Israelites. If you give them goat's milk they drink it and if you give them camel's milk they don't. And that the throne of God is being held upon the horns of seven goat rams.

A. You already said these are outrageous statements. They were introduced into history and related books by enemies of Islam. Do you see such nonsense in the Qur'an?

13. "Fatawa Alamgiri" writes that only the wine made out of grapes and dates is forbidden.

A. The Qur'an forbids "Khamr" (5:90), which means all intoxicants. Please note that man-made books including those on jurisprudence (FIQH) are no authority. The only authority is the Word of God (Qur'an).

14. The Gospel teaches that we should love our enemy. Can Islam match such nobility?

A. Loving your enemy is impractical; good only for a sermon. The Qur'an commands to do justice even with your enemy. This is a practical and workable principle.

15. Islam allows marrying 6 and 9 year old girls. Isn't that absurd?

A. More than absurd if Islam allowed that. The Qur'an ties up adulthood with marriage unambiguously. Adulthood is the first prerequisite for marriage' whether male or female (See 4:6). Suras 6:153 and 17:34 prohibit even touching the wealth and property of minors. The Qur'an terms marriage as "Meethaqan Ghaleedha" (a most solemn pledge) (4:21). How can minors enter into a solemn pledge and covenant! Adulthood of mind and body is an absolute condition for marriage.

16. Didn't your prophet marry a 6 year old girl, Aisha and consummated the marriage when she was 9 years old?

A. Believe it or not my Prophet is also your Prophet because he was sent for all mankind (34:28). No act of the Holy Messenger was ever contrary to the Qur'an. Allah attests to that fact in the Book (68:4). And according to one Hadith, "His character was the Qur'an."

According to a Hadith, Aisha (R.A.) was 18 years old at the time of Nikah (signing of the marriage contract) and 21 when she moved to the Holy Messenger's house. Any reports contrary to the Qur'an should find their way into the trash can.

****

Chapter VI. SOME PROBLEMS WITH CHRISTIANITY

Trinity had so dimmed the vision.

of the great scholar who was German.

That true monotheism he couldn't grasp.

peace in Trinity he never could earn.

Life to him was a stinging wasp.

(Rabindranath Tagore)

****

The Hindu Laureate. Rabindranath Tagore. refers to the great German thinker and philosopher. Friedrich Nietzsche (1844-1900). Nietzsche became so disenchanted with the Pauline doctrines of Trinity. Original sin. blood atonement. "begotten" son-ship and ascension of Jesus Christ that he blurted out. "I had to stain my hands with the blood of Christianity and had to crucify it in every sense!" *(Beyond Good and Evil)*

In this chapter. only the thoughts and ideas of Non-Muslim scholars will be presented. Ponder on what great Christian minds have to say about the Holy Bible and about Christianity.

1. About political and economic matters the teachings of the Bible are sadly and pitifully ambiguous. Through the gospel you can support anything and prove it to be Jesus's teaching. whether it is slavery. torture. or even burning alive. (Professor C.M. Joad. *Decadence.)*

2. All four gospels Matthew. Mark. Luke and John openly contradict each other. (Earnest Renan. *Essay on Nationality.)*

3. I counted 30.000 contradictions in the New Testament. (Dr. Maile. *Confessions of a Skeptic.)*

4. **With further exploration I have discovered one million contradictions in the New Testament.** (William James. *The Variety of Religious Experience.)*

5. I wish I could find one instance of Messiah showing love and kindness to his opponents in his entire gospel life! (Claude Montefore. *Dynamics of Human Behavior.)*

6. But even more tragic is the character of Jesus that the gospels portray. (Professor C.M. Joad. *Good and Evil.)*

7. **If through my falsehood, God's truthfulness abounds to His glory, why am I still being condemned as a sinner?** (St. Paul. *Letter of Paul to Romans 3:7.*) (It is worthy of note that. according to Michael Hart. St. Paul is "considered the principal founder of Christianity".)

8. Initially there were 34 gospels that were compiled by word of mouth. Four were chosen for unclear reasons and 30 were left behind. *(Encyclopedia Britannica)*

9. Jesus and his disciples spoke Aramaic but the gospels were written in Greek! A man in Jerusalem wrote Messiah's Biography on hearsay. That is what the gospel is. (Martin Springler)

10. If the moral code given in the gospels is implemented in a society, there will be only one result of that undertaking. Sudden Death! (Professor A.N. Whitehead, *Adventure of Ideas.)*

11 **In the Council of Nicaea (325 A.D.), 34 gospels and 113 letters attributed to the disciples were presented under the tyrannical presence of Constantine the Great. All this literature was dispersed on the floor at night. The morning sun saw a few books and a few letters lying on the table. These are the four gospels and the letters that have been chosen as holy!** (Reverend Isaac Boyle)

12. Christianity is nothing but propagation of a dogma. It does not concern itself with building moral character. All a person has to do is confess that Jesus was cursed and crucified for my sins. If mankind were relieved of all their higher obligations with such impunity, the planet would become a living pyre. (Bertrand Russell, *Lecture on Hopes for a Changing World,* 1908)

13 Not a trace is found of law and morals in the teachings of the Messiah. Only on one occasion he spoke about marriage and prohibited divorce. (Moseo Renan, *Essay on Nationality.)*

14. Few scholars can disagree that the fourth gospel was written by some nameless mystic between 95 to 125 C.E. (Dr. W.R. Inge, *The Fall of Idols.)*

15. The first gospel was written by a Jew, Mark, no sooner than 64 A.D. or was it Mark who wrote it! (U.C. Buss, *the Gospel Examined)*

16. What is the New Testament? Paul, Paul, and Paul, who never met Jesus during his ministry! (Menkin, *Analysis of the New Testament)*

17. The resurrection of Jesus was witnessed only by Mary Magdaline. Who was Mary Magdaline? The same women who needed seven demons to be expelled from her person. (Dr. Marcus Dods, *Muhammad, Buddha and Christ.)*

18. The Original Sin is the Original Evil. (R.F. Johnson, *Confucianism and the Modern China)*

19. Jesus's way of healing was obviously psychological and not miraculous. (E.R. Micklem, *Anatomy of a Miracle.)*

20. I don't find it strange anymore that there is a four thousand year-old legend among the Zoroastrians: the legend of Mithra. He is supposed to have been born of a virgin on

mber 25th. Mithra was considered as the "lamb of god." He atoned for the sins of people ving. Then he resurrected on the third day!

There is strong reason to believe that Saint Paul fabricated the belief system of istianity from the Zoroastrian mythology. In order to hide Paul's plagiarism... the istians burned the library of Alexandria in 390 A.D. Books in that library kept Mithra's inal story of which the Pauline Doctrine is an almost exact copy. (George Sarton)

21. It is imperative that to accept the gospel the intellect must be blindfolded. re is nothing in the gospel but insult to a critical seeking mind. (Julian Huxley, *Religion hout Revelation.)*

22. The son-ship of Jesus Christ is the greatest fiction of human history. (Lord shop of Canterbury Commission)

23. **In Christianity, first an inexplicable belief system is laid down. Then the ellect keeps wandering in vain search of reason and logic.** (Thomas Carlyle, Heroes and ero Worship.)

24. Mankind needs to turn to God. Unfortunately, the gospel can provide no idance in that direction. (Henry Bergson, *Creative Evolution.)*

25. In the Christian world you do not talk of god about God. Every Christian talks bout his or her own conception of God. (Berdyeau)

26. In Christianity you may find a reflection of sympathy for the oppressed. What ou won't find is condemnation of oppression or the oppressor. (Dr. Falta D'Garcia)

27. According to the Christian Doctrine women cannot enter Paradise. Question rose what would happen of Mary. Saint Thomas came up with an easy solution. Women will e converted into men. (Reverend Bosworth Smith)

28. The son-ship of Jesus Christ, the Trinity, the blood sacrifice of the lamb of God, atonement are not the teachings of Jesus. These are all inventions of Saint Paul who ever really met Jesus. (Hastings Rashdall, *The Theory of Good and Evil.)*

29. Christianity is the religion of defeated people with defeated minds. A religion herein nothing, I repeat, nothing is reliable. (George A. Dorsey, *Civilization.)*

30. Truth and falsehood, justice and equity are completely alien to the spirit of hristianity. (Dr. Falta D'Garcia)

31. For the redemption of humanity we will have to look toward the owner Muhammad) of the Qur'an not toward Chrisitianity. (Lewis Mumford, *Faith for Living.)*

32. Our civilization is standing at dangerous crossroads. The Bible cannot provide orkable foundations for the survival of mankind. (Lord Snell, *The New World.)*

33. The Bible cannot lead us to an internationl religion, nor can it unify all ankind. (Ehric Fromm, *The Sane Society.)*

34. Countless people were burnt alive on the altar of Christianity just because they proclaimed that the Earth moves around the sun;.... that man came into existence only 7,000 years ago: you can preach this nonsence only in the church.... If Eve was made from Adam's rib, the very question of women's rights should not arise. (Adrian Huxley, *The Conscious Rebellion.)*

35. Newton taught the Gospel. If he also believed in it he would never have been a scientist. (Lord Litton, *A Closer Look at Religion.)*

36. In Christianity, an individual relying on good actions is considered cursed. Why do good? (Lord Dilhouzy, *St. Paul and His Doctrine.)*

37. **If I have been born tainted with the sin of Adam, then God has been very cruel to me.** (Mark Italy, *The Hindu India.)*

38. **The Bible collides with science every step of the way... the same science which bears witness to the truth of the Qur'an in the same steps.** (Dr. Maurice Bucaille, *The Bible, The Qur'an and Science.)*

39. **How powerless is the God of Christendom! He cannot forgive man without shedding the blood of his own son!** (Vladimir Lenin, *The Development of Capitalism in Russia,* 1900)

40. The most difficult question ever in mathematics is that God is one in three and three in one! (Friedrich Nietszche, *Beyond Good and Evil.)*

And so dear reader, a partial list of scholarly quotes of why THEY were disenchanted with Christianity comes to an end. This list is sufficient to convey the point that Christianity does not offer a workable system, let alone a logical one, to implement in a society. Now let us turn to examining Islam.

****

Chapter VII. A SCIENTIFIC ANALYSIS OF ISLAM AND CHRISTIANITY

In Islam, science and religion have thrived like twin sisters. Therefore, during the Qur'anic glory of Islamic civilization, science made incredible progress from which the West was later enlightened.

(Dr. Maurice Buccaille, *The Bible, The Qur'an and Science.)*

****

Dear reader, in the last chapter we have reviewed the thoughts of some Christian scholars and thinkers about the Bible. Let's now focus on the Qur'an. To be fair we will have a renowned Christian scholar from France say what he thinks of the "Book from beyond." Dr. Maurice Buccaille wrote his best seller in the 1970's- "The Bible, The Qur'an and Science." The great scholarly work has been translated into several languages. The subject of his book is

similar to what Ouspensky had spelled out, "Any science that contradicts the Qur'an will turn out to be false." Dr. Buccaille exclaims that there is not a single instance in the Qur'an that disagrees with established Science!

Dr. Buccaille reveals that he had always been intrigued and fascinated by scientific statements found in the Divinely inspired books. He especially learned the ancient and contemporary Arabic language to enable himself to study the Qur'an directly.

The results of his direct study of the scriptures are astounding! Dr. Buccaille is also an established scholar of the Bible. He concludes that the Bible is replete with scientific contradictions and impossibilities which Biblical scholars and narrators so painstakingly try to conceal or apologetically try to explain away.

We will now review the highlights of Dr. Buccaille's general observations and research on the Qur'an. (My own humble research on the Qur'an and Science will not be presented here.)

Dr. Maurice Buccaille writes:

1. When I began my research on the Qur'an I quickly experienced that among some Christian circles prejudice and bias run so high that referring to the Qur'an is tantamount to referring to the Devil!

2. On the contrary, the Qur'an magnanimously admonishes Muslims to believe in messengers and scriptures of the old in the light of the Last Revelation.

3. The gospels cannot be compared to the Qur'an. They can only be compared to Hadith (the traditions of Muhammad, the Exalted). This is because the gospels were written a long time after Jesus just as the Hadith were written a long time after Muhammad, the Exalted. (Ubaidullah Sindhi, the great Muslim scholar made exactly the same observation.)

4. There is no book in Christianity that was revealed from God and committed to the pen right away. In Islam, the Qur'an meets that requirement of authenticity.

5. Dr. Buccaille states that there are not very numerous scientific statements in the Bible, but they repeatedly collide with established principles of Science. St. Augustine had advised the Church to rid the Bible of all non-scinetific verses but his advice was not heeded.

6. It is amazing to see that among the numerous scientific verses in the Qur'an, not one, not a single one turns out to be contrary to the established science!

7. According to the Bible, Adam was created around 3700 B.C. You can only preach this gospel in the church. Today even a child knows that the creation of humans is far more ancient than that. Who told Muhammad (the Exalted) not to include such Biblical errors in the Qur'an if it was based on the Bible as some Christian missionaries zealously preach?

8. **In Islam, science and religion have thrived like twin sisters. Therefore, during the Quranic glory of Islamic civilization, science made incredible progress from which the West was later enlightened.**

9. The Bible indicates that the earth had green plant life before the sun was created. This is gross scientific error. And the Qur'an is perfectly free of this and such other mistakes. Obviously, no vegetation could sprout without sunlight.

10. A study of the Evolution of Life has proven beyond doubt that the earth was first inhabited by quadrupeds and birds evolved from them later on. But, the Bible tells us that life on the planet began with sea animals and birds! The Qur'an talks extensively about evolution of life beginning from the unicellular level and it does not make the blunders the Bible does.

11. According to the Bible, the Great Flood of Noah occurred in 2100 B.C. and destroyed all people and animals on earth. But it is a well-known historical and archaeological fact that during those times, active civilizations were flourishing in Egypt, Babylonia, China and South America.

The Qur'an on the other hand describes the great Flood involving only the people of Noah. Recent research indicates that the Flood occurred only in the lands of Tigris and Euphrates rivers, which the nation of Noah inhabited.

12. The Gospels of Mathew and John do not even mention the ascension of Jesus Christ to the Heavens. Luke only describes resurrection of Jesus on the Day of Judgement (with rest of the creation). And Mark depicts the ascension of Jesus in a way that even the most forgiving Christian scholars of today find totally unacceptable. The Book of Acts mentions the resurrection of Jesus forty days after crucifixion, which is a completely unscientific proposition.

The Qur'an rightly refrains from condoning the bodily ascension of Jesus Christ. If God is Omnipresent, the ascension of Jesus to the Heavens becomes a completely illogical myth that makes no scientific or intellectual sense at all.

13. Galileo was tried in court and imprisoned in his home only because he accepted and supported Copernicus's theory that the earth moves around the sun. This is because the Bible declares the earth to be a static body around which the sun, the moon and the stars are revolving. The Qur'an on the other hand, perfectly agrees with the Earth being an ovospheric body that revolves around the sun.

Dr. Maurice Buccaille, while giving these accounts, repeatedly asks the rhetorical question: How could an unlettered man living in the remotest of the deserts, cut off from all civilization, contemplate the universal phenomena with such clarity and accuracy 14 centuries ago?

14. **The Christians try to evade the shining reality that between the 8th and 12th centuries students from all over Europe were attracted to Cordova of Muslim Spain to attain knowledge. It was exactly as the world looks up to the U.S. for advancement of learning today.**

We are indebted to Muslims that they imparted to us knowledge and civility. In Math, Chemistry, Astronomy, Geology, Physics, Botany, Algebra, Medicine and all sciences the West must acknowledge the Arabs and other Muslims as their teachers.

15. Dr. Buccaille exclaims that even the least knowledgeable westerner harbors a great collection of misinformation about Islam and Muslims!

16. The learned Dr. Buccaille makes a very pointed observation that the old translators and commentators of the Qur'an made grievous errors in their works especially about the verses pertaining to science. The modern translators and commentators are, unfortunately, no better since they blindly follow the trail of their ancestors.

17. For scholars of the Qur'an knowledge of the Arabic language is not enough for its understanding. We must know the Arabic that was in use at the time of Muhammad, the Exalted. It is also imperative that one is conversant with relevant facets of contemporary science. In Arabic, "Alim" (a person of knowledge) in fact means a scientist. And the Qur'an calls those people Ulema who reflect upon the heavens, clouds, rains and water cycle, patterns of earth, mountains, animal life, etc. and then feel the awesome glory of the : Creator (35:28). This verse of the Qur'an strongly endorses people with scientific knowledge as Ulema and not any kind of priesthood.

18. The Bible indicates that at the time of Genesis (creation of the universe) the spirit of God was moving over waters. The Qur'an on the other hand, refers to a huge cloud of smoke, meaning a huge cloud of gas consisting of very fine particles. (Modern science is in total agreement with this statement regarding the origin of the universe. One cannot help but appreciate that the term "smoke" (Surah 44) is simple enough for the lay person and descriptive enough for the scientist! The Qur'an is a miracle of literature and linguistics as well, but that is not the scope of my book.

19. Numerous verses in the Qur'an refer to "the Earth and the Heavens **<u>and that which is between them</u>"** (emphasis added) (for instance 20:6, 25:59, 32:4). The great U.S. telescope Mount Wilson only in the 20th century has started describing the Interstellar Galactic Material. Who could have even thought of its existence even until 200 years ago!

20. While the Bible conveniently refers to the sun and the moon as the greater [illegible] and the lesser light and moves on, the Qur'an strikingly terms the sun as Siraj. "Siraj" [illegible] a lamp that gives off its own light. But the moon is Munir which refers to a body that [illegible] light! (27:61, 71:15, 78:12).

21. It is amazing to note a 1400-year-old book describing the sun and the moon, [illegible], but rather swimming along in their assigned orbits (21:33, 36:40). Who but [illegible] have had that knowledge at the time when science had no concept of orbits in [illegible] Greeks thought of the sky as a revolving dome on which the sun, the moon and [illegible] fixed!

22. "Allah wraps night over day and wraps day over night...." (39:5). That is a clear exposition of the earth being spherical as is evident from the word "Yukawwir" which is derived from Koora = sphere. Astronauts have observed the phenomenon happening exactly as stated in the Qur'an and photographed the night and day "wrapping around" each other!

23. In 70:40, the Qur'an talks of the Easts and the Wests (in plural). How many people in the 7th century knew that the points of sunrise and sunset keep changing in different seasons!

24. The verse 51:47 mentions an astounding astronomical fact. "We have created the heaven with power and We are expanding it."

Dr. Buccaille pauses here to point out that this is such a glorious statement that even the 20th century Muslim commentators of the Qur'an hesitate to explain. Hameedullah has even placed a question mark right after translating this verse.

(My note: Only in 1929 did the great U.S. astronomer Edwin Hubble present convincing evidence of the fact that the universe is truly expanding).

25. From Plato to Seneca to Descartes, countless thinkers and scientists kept aamassing erroneous theories about the water cycle. Some thought that with every rain the water content of the planet kept increasing. Others suggested that an underground huge pipe (Abyss tartarus) carried the rainwather back to the oceans, etc etc.

The Qur'an had already corrected all these fallacies and described the water cycle as we understand today. Falling of rains, its dissipation into the earth, gushing forth of springs, running of rivulets into oceans, evaporation, and cloud formation is all astoundingly scientfic as revealed in this 1400 years old book!

Let us stop and think for a moment how Dr. Maurice Buccaille was able to do such brilliant research that some Muslim scientist should have done! I believe there are three reasons!

(i) **The centuries old collective trait of blind following has taken away from the Muslim Ummah their ability to think independently.** We have been accepting without criticism what the old commentators of the Qur'an have written.

(ii) **Religious** knowledge among most Muslim scholars and lay persons has become synony**mous with** knowledge of **ritualistic religious trivia** such as ways of ablution, prayer and fasting, **the minor** detail about dress code, etc.

(iii) **Most of the** time and energy of the Ummah is being spent on learning about man-made religious **books**. **The Qur'an has been reduced to mere recitation.**

Now let us hear **Dr.** Buccaille again.

26. At the **time of** the revelation of the Qur'an, and until centuries later, no scientist in the world **knew about** the "barrier" between salt water and fresh water. Today we

know that at numerous places on the globe there is a distinct barrier between the salt water and fresh water. The two streams of water travel side by side yet they do not mix!

"It is He who has let free the two bodies of flowing water one palatable and sweet, and the other salt and bitter: yet has He made a barrier between then, a partition that is not to be passed" (25:53; 55:19-20).

(Without this barrier all water on earth would have been undrinkable. It is noteworthy that Surah 55 calls this barrier a blessing of the Beneficent.)

27. Surahs 78:6 and 21:31 describe the mountains as supports and pegs for the Earth's crust. Only modern geology has discovered that the mountains have "roots" that delve deep down one to 10 miles in the earth so that the earth's crust would remain steady.

28. The Qur'an describes the feelings of a person who rejects Islam as if his chest were getting tight upon ascending toward great height. Scarcity of Oxygen and the resulting tightness in the chest with difficulty in breathing on great heights is only a phenomenon experienced by man in the aerospace age.

29. "And We have created all living things of water." (21:30).

The biological and evolutionary science strongly attest to this fact. We know that 80-85% of the prototplasm is water. The science of evolution also proves that life on the planet initially began from water.

30. The Pharaoh of the time of Moses (about 1300 B.C.), was drowned while chasing the Israelites. The Bible tells us that but doesn't talk of the Pharaoh's remains. There is a verse in the Qur'an which is stunningly revealing.

In 1898 A.D., archaeologists discovered a mummified body in the "Valley of Kings" near Cairo. This mummy has been identified to be Mernephtah, the son of Ramses II. Mernephtah was the Pharaoh who chased Moses and his people and was drowned.

In June 1976, Dr. Buccaille, with due permission of the Egyptian government thoroughly examined the mummy along with his colleagues. Result of the examination? This man died of drowning in a state of horror!

While no Biblical or historical reference is found anywhere about the Pharaoh's body, the Qur'an had this to say 1400 years ago:

This day We shall save you in your body so that you be a sign

to those who come after you (10:92).

There is much more convincing scientific evidence that Dr. Buccaille has presented i his masterpiece work. Almost all areas of science, including Zoology, Botany, Astro Physiology, Embryology, Atmosphere and Space, Geology, etc., have been well cover examples that we have selected above are sufficient to prove even to the most ardent o of the Qur'an (if he or she happens to be blessed with an open mind) to agree with Sir I

Look! This Qur'an is not just a book

It is something beyond.

****

Chapter VIII. THE CONCLUSION

****

One and a quarter billion people in the world today believe in the Qur'an as the final word of Allah. My own reflections and a study of the brightest non-Muslim minds, the glimpses of which we have seen in this book, lead me to believe that the 21st century will prove to be the dawn of an era where all humanity will see what the 20% of it is seeing today. Moreover, Muslims will come to break the chains of false traditions.

Mankind would then progress from the "status of Adam" to the "status of Mu'min." To recapture briefly, the status of Adam is harnessing the forces of nature. The status of Mu'min (believer in the Qur'an) is to harness the forces of nature and use them for the benefit of, not a few people, not one or two nations, but all mankind.

I know that this giant step can only be taken in the light of the Qur'an. The world is doubtless moving in that direction. It has to happen and it will. Instead of being a silent spectator, I want to be an active part of that glorious triumph of all mankind. This is why I am a Muslim. And this is why I am not a Christian.

****

For

of
Allama Parwez
and
recorded lectures on Quran
Please contact:
TOLU-E-ISLAM TRUST
25-B,Gulberg 2 Lahore-Pakistan.

Current Account [illegible]
4107 [illegible]
Main [illegible] Branch
Habib Bank Limited
Lahore

Phone: 5753666 - 5764484
Fax: 092-42-5764484
Email: trust@toluislam.com
Internet: http://www.toluislam.com

AZAADI

By
Ms Shamim Anwar

It was August 14, 1947. We were in one of those "Trains to Pakistan" that steamed into the Lahore railway station before the midnight attack after the anouncement of the infamous Boundary Award. My comment on these events shall be reserved for some other time; today in 1999 as August 14 approaches, the role model of my late father looms large on my personal and political horizen.

Among other things lost--- native town, ancestral houses and lands--- was the sentimentally collected house-hold effects of my mother over the past twenty seven years of married life, a great house-maker that she was. She heaved a sigh of despair when this dawned upon her as we read the headlines of the newspaper the following morning. She just could not believe that this could happen. It was pathetically understandable as tears rolled down her cheeks. My father who joined us later was soon allotted a bungalow, as a railway employee along the Canal Bank, Mughalpura, Lahore. A spacious house with sprawling lawns, was nevertheless an empty place. The housemaker was in tears again. To assuage these tears, string-cots were purchased and placed in each room. They were to be a seating arrangement during the day and for sleeping at night. As days passed, my mother would miss a table to work on, some kitchen gadget, some utensils or pots and pans she had collected from some very special towns in the various regions of the Sub-Continent. My father would be puzzled and hurt and at every nostalgic reminder he would cast a counter-reminder: "But, my dear", he would say, "We today have freedom; yes, we are *azaad* human beings; it is *azaadi* that matters. How can anything be compared with it? *Azaadi* is the top priority of life." And so our home reverberated with the beautiful word of freedom and *azaadi*, day in and day out, which deeply impacted on our impressionable minds.

One morning as my father dressed to go to the office, it was noticed that his coat was frayed at the elbows and collar. My mother pointed it out. The immediate response was: "I am proud of this coat; it is the coat of a free man. I would not exchange it for anything less than that. And my dear, your husband is a railway engineer; if today my beloved Qaid-e-Azam orders me to stand guard at the gate, I will do so with great pride. It is all for my free country, yes, for *azaadi* And of course my mother was proud of him.

Such was the stuff that supporters of the Pakistan Movement were made of. They knew their priorities. That is what August 14 is all about.